بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب لاجواب

دیوان ضامن

سنی کتابیں ملنے کا پتہ

ملک دین محمد تاجر کتب لاہور

۸ رجون سنہ ۱۹۲۵ء

کشمیری بازار

باہتمام ملک دین محمد مہتمم دین محمدی پریس لاہور
بیرون اکبری دروازہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خامہ میگوید بآواز صریر
میکنم مرغان معنی را صفیر

گلدستۂ معرفت نثار بہر ذاتیکہ اسمش نضارت بخش گلزار معنی ست و گلشن عرفان تصدیق بر نامی کہ ذاتش لاثانی وحدہٗ لاشریک لہٗ نشان اوست انا اللہ واحد فرمان اوست رموز عارفان معرفت کیش نکتہ ایست از سراج دیوان عرفانش و نکات مضامین خوش آئین شاعران دقائق اندیش رمزیست از قانون صد ردیوانش و دواوین چست مضامین پیش ادراک کنہ ذات او پارہ پارہ بسی آوارہ و مثنویات رنگین نکات بمقابلۂ دریافت صفات او ناکارہ مطلع از لش از مقطع مہرہ و مقطع ابدش از مطلع منزہ اوراق قصائد خاطر عشاق در صفتش پریشان و اقلام کتابت از ارقام حرف معرفتش سرگردان پائے غزلان حقیقت جولان غزلیات شعرائے فصیح البیان در صحرائے بیہانیش از حیرانی لنگ و قدم آہوان تیز دست و اذہان منشیان بلاغت نشان در وادی فصاحت آباد ابداعش از جولانی تنگ مخمسات حواس خمسہ و رباعیات اربع عناصر حرف نشر در معنے انقطعات قدرتش متحیر و منتشر و مسدسات جہات ستہ در عین سکنش و ترجیع متردد و متفکر کنہ او غیر نداند حقیقتش سوائے او نشاسد لا احصی ثناء علیک شاہد این مقال است و ما عرفناک حق معرفتک عائد این حال لامجاد و لا منجا ر الا الیہ۔

نظم

قدرت اوست ہویدا ازو گشت جہاں جملہ چو پیدا ازو
لالہ و گل یافت از و رنگ و بو نالۂ ہر بلبل شیدا ازو
تیرگی لیل و بیاض صبوح زلف و رخ و خال ہویدا ازو

سبحانہ تعالیٰ شانہ کہ ذات خویش را از زبان قدسیاں تسبیح سبوح قدوس ستود و سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً در ذکر معراج حبیب خود از لسان خود فرمود حبیبے کہ حسن محبوبان جہان حبہ از خرمن حسن مستخش اند وختہ پر جبرائیل از پہر توش سوختہ حبیبے کہ لب لباب جمع بنی آدم ست و علت نمائی خلقت عالم رسولیکہ کہ خالق او بخطابش وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین گفتہ و مقبولیکہ خود بشان خود کنت نبیا آدم بین الماء والطین بملک کلام سفتہ یعنی نبی کریم احمد بے میم رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علی آلہٖ و اہل بیتہ و اصحابہ اجمعین بعدد کل۔

صلواتہ الی یوم الدین

غزل

فرمود خدا بوصف آں پاک لولاک لما خلقت الافلاک
عرفان خدا باد ہویدا فرمود اگرچہ ما عرفناک
اے ابر کرم بعشق خود کن چشم گریان و سینہ ام چاک
ہجر تو سموم جان فگار است وصل تو برائے ماست تریاک

صوفی بہ غم تو سست دل شد
فرما بش بعشق خویش چالاک

اما بعد فقیر حقیر پر تقصیر عاصی بندہ ذوالمنن محمد ابوالحسن ابن محمد قاسم عطا

عثمانی پانی پتی تخم کرنوای کہ یکے از نبیرۂ حضرت جلال الدین پانی پتی کاسہ لیسان در
دیتان بلکہ خاکپائے ایشان ست بخدمت شہسواران مضمار سخن ویکتایان
عرصۂ این فن کہ برخے ازیں ذائقہ روحانی حدیث ان من الشعر لحکمۃ خطی وافی
وخیلے ازیں مذاق عرفانی خیر الشعرا تلامیذ الرحمن فیض کافی داشتہ باشد
التماس مینماید خصوصاً بوی برادران دینی واخوان یقینی خود می گراید چونکہ از مدت
مدید وعرصۂ بعید غزلیات معرفت آیات حضرتنا ومولانا وارشدنا وہادینا شناور
دریائے شریعت وسیاح صحرائے طریقت واقف رمزہائے حقیقت کاشف
مدعائے معرفت مسندنشین وسادۂ اولیا جاگزین جادۂ اصفیا عالم العلما
ورثۃ الانبیا عامل سنت خیر الورا سیدی سندی وسیلۃ یومی وغدی محرم اسرار خفی
وجلی مولانا بالفضل والفرى استاد سید ضامن علی صاحب صابری چشتی
دام فیوضہ علی قلوب المحبین وظلہ علی روس الطالبین فہو شبلی الوقت وجنید الزماں
بقاہ اللہ مع الجود والاحسان کہ گاہ گاہ از زبان فیض ترجمان در اوقات فراق حضر
مرشدہ علی کیفیۃ الحال سرزدہ میشدند وگاہ ناگاہ از خاطر دریا مقاطر سپہر ہدایت
سالکان این مسلک خداد انی علی حیثیۃ المقال صادر میگشتند ہیچ تمام کمر ہمت
بستہ باجتماع آن میکوشم وپارہ ہائے دل ولخت جگر را بنجریدا رپیش مے
فرستم

نظم

ایں متاعیست سرپنہانی
کاشف رازہائے ربانی

استعارات ظاہری بیند
اے برادر اگر تو مے خوانی

بنگر از دیدۂ حقیقت بین
معنیش را رموز سبحانی

بد بیند از بدگوسی را
گر تو اسرار حق بنیدانی

طرفہ دیوان پر از معانی عشق
مے نویسم کہ ہست لا ثانی

قطعہ تاریخ تالیف ایں دیوان لطیف از فقیر عبدالغفور گنگوہی الجلال آبادی عفی اللہ عنہ صابری تخلص بہ صوفی وفا دی۔

دیوان انتخاب مقالات معرفت — ترتیب یافتہ زکرامات معرفت
صوفی سروش غیب بتاریخ سال او — گفت از زبان خویش کمالات معرفت

۱۲۸۲ سنہ ہجری

قصیدہ از طرف مؤلف بجناب حضرت مصنف مدظلہ العالی الی دورہ الصباح واللیالی

کواخ چرخ پر جب تک شب انجم کی محفل ہو
رہیں افلاک نقصان ورمہ غور کی جلاحل ہو
عدو بارود اور مار وسانپ الٹے لٹک جائیں
انکو اٹھے کسیطرح بدگو کا منہ پھرا جائے
نہ بدبینی سے ایسی بدزبانی کر سکے ہرگز
یہ دیوان آپکا حضرت ہے چشم غور کا طالب
رکھے اللہ سلامت آپکو طلاب کے سر پر
کیا ہے حل سے میں نے اسکو جمع طرز رنگیں سے
یہ خاکی جسم کل میرا ابھی اکسیر بن جائے
اوٹھایا فیض عالم نے تمہاری ذات عالی سے

خدا چاہی یہ دیوان قوت روح ورا دل ہو
یہ گلزار معانی ہے نتیجہ اسکا حاصل ہو
یہ دیوان حسن ہے ہر اسم اعظم سحر بابل ہو
سیہ رو وہ ہو یہ روشن ہو دعویٰ اسکا باطل ہو
کرے تو لو کی چشمان زبان کا نام عاطل ہو
یہ عرفان ہے اگر انسان منصف و عادل ہو
یہ بندہ ہی تمہارے گلشن دارو میں داخل ہو
مجھے بھی کاش حال ایسی ہی جمعیت اعالی ہو
جو اک جنبو نگاہ کیمیا حضرت کا شامل ہو
تصدق آپکے دل کا مری بھی حل یہ مشکل ہو

دیوان گلدستہ معرفت

تمہاری ذات ہے ابر کرم ای مہر بخشائش
اگر کرد و کرم اک دم میں دریا دست ساحل ہو
نگاہ فیض گر ڈالو کسی پر چشم عرفاں سے
اگر ہو جاہل اجہل وہ کامل ہو مکمل ہو
تمہارا سلسلہ اک قربت حق کا وسیلہ ہے
جو ہوا سمیں مسلسل رحمت حق اسپہ نازل ہو

حصول مدعا حاصل وصال حق نہیں حاصل
جو کوئی تمسے ہو واصل وہ بیشک حقسے واصل ہو

جو کوئی آپکا عارف وہ بیشک عارف حق ہی
اگر ہو آپسے غافل وہ غافل حقسے غافل ہو

عطا حق نے کیا تمکو وہ فیض صابری حضرت
پڑی جسپر نگاہ مہر کیا کیا اسکو حاصل ہو

ولی ہو غوث ہو مخدوم ہو صاحب ولایت ہو
کھلے قرب فرائض دم میں طے قرب نوافل ہو

کرو تم دستگیری جسکی جو بیعت کرے تمسے
جو صافی ہو تو صوفی ہو جو عالم ہو تو عامل ہو

رہے تمپر ہمیشہ خواجگان چشت کا سایہ
طفیل انکی ہمارے سر پہ دائم آپکا ظل ہو

وہ خاصان خدا ہیں عاشقان ذات اقدس ہیں
کہ نام اسکا ہمیں ورد زباں عقدہ تا مل ہو

تصدق خاندان پاک کا ایحضرت ضامن
برآئے مدعائے دل کہ تم میری متکفل ہو

غزل ردیف الف

جسم حق ہیں سے غور کر دیکھا
یار آیا نظر جدھر دیکھا

جس نے مرنے سے پہلے مر دیکھا
لطف جینے کا سر بسر دیکھا

کعبہ و دیر میکدہ مسجد
اس سے خالی نہ کوئی گھر دیکھا

شیشۂ آنکھ میں پری ہے بند
نور احمد کا یہ اثر دیکھا

راز مخفی کو جب کیا ظاہر
سر منصور دار پر دیکھا

جب وہ آیا تو گم گئے بس ہم
اس کے جلوہ میں یہ اثر دیکھا

کہیں ہنستا ہے مثل گل کے وہ
کہیں بلبل سا نالہ ور دیکھا

کہیں پردے میں غیب کے وہ چھپا
کہ کسی نے نہ آنکھ بھر دیکھا

کہیں احمد بنا احد پیارا
کہیں جبریل نامہ بر دیکھا

ظاہر و باطن اول و آخر
جا بجا اس کو جلوہ گر دیکھا

کعبہ و دیر میں ملا نہ صنم
اپنے دل میں ہی اسکا گھر دیکھا

کہیں آتش کہیں برنگ باد
کہیں خاک اور آب تر دیکھا

سبکو دیکھے نظر نہ آوے وہ
عقل نے اسکو جوں نظر دیکھا

سنکے عاشق ہوئی ہیں ہم اسکے
پاؤں دیکھا نہ اس کا سر دیکھا

عشق کے اس کے مر چکا ضامن
ہم نے دیکھا تو یہ مگر دیکھا

ای دل تو کسکی یاد میں دیوانہ بن گیا
اور شوق روی شمع میں پروانہ بنگیا

گھبراکی جوں خیال گریزاں ہوا یہ دل
پہلو میں اک رفیق تھا بیگانہ بنگیا

یاد خیال روی بتاں رشک چین میں
پہلو ہمارا کیا ہی پریخانہ بن گیا

وحشی خراب حال پریشان دردمند
فرقت میں یار کی تو میں کیا کیا نہ بنگیا

پیر مغاں سی ہمکو ملی ہی شراب عشق
زاہد ہماری خاک کا پیمانہ بن گیا

ای مدعی رقیب تو کیا جانی لطف ہجر
جیسا کہ میں بنا ہوں تو ایسا نہ بنگیا

بیت الحرم تھا کعبۂ دل خانۂ خدا
یاد بتان ہند میں بت خانہ بنگیا

ضامن فراق یار کی تحریر کیا ضرور
عالم میں تیرے عشق کا افسانہ بنگیا

—

قتل کر کے تو ہوا دل ترا قاتل ٹھنڈا
پر نہ ہوگا کبھی ترا بسمل ہرگز ٹھنڈا

قتل کر کے بھی نہو وی دل قاتل ٹھنڈا
پاؤں سے لاش کو مل جب یہ ہو بسمل ٹھنڈا

عاشق زار تو زندہ ہی مگر عشق میں ہی
ہاتھ کا جوڑا نہ کر حور شمائل ٹھنڈا

زخمی تیر نگاہ آہ جدائی میں ترے
دم حسرت زدہ بھرتا ہی وہ گھائل ٹھنڈا

[illegible] پاؤں سے ابھی کاٹ نہ قاتل صیاد
جب تلک صید ترا ہووے نہ کامل ٹھنڈا

اٹھ گئی ہم شب مہتاب میں محفل سی ترے
لے ہوا اب تو ترا دل مہ کامل ٹھنڈا

وقت پیری میں سنیں داغ محبت کا مزا
بس چراغ سحری کرتے ہیں عاقل ٹھنڈا

دن ازل کی تری عاشق کو ہوا سوز نصیب
وصل میں بھی نہو پروانہ بیدل ٹھنڈا

مار ڈالا ہمیں خاموشی نے تیری قاتل
سرد مہری ہی تری زہر ہلاہل ٹھنڈا

دیکھ [illegible] پھر کے نظر اس گل خنداں کو
جان و دل آنکھ تلک آنکھ کا ہو تل ٹھنڈا

عید کا دن ہی مری سینہ سی لگجا پیارے
دل سوزاں مرا ہو جائیگا بالکل ٹھنڈا

آلستی شیشہ کی مانند نہاں دل میں ہے آگ
پھونک دوں اُسکو جو ہو میرے مقابل ٹھنڈا

قتل ضامن ہی ستمگر جو تجھے ہووے چین
کر ہی دل اپنا بھی تیغ حمائل ٹھنڈا

دکھلاوے جمال اپنا طلبگار ہوں تیرا
موسیٰ کی طرح طالب دیدار ہوں تیرا

کچھ حور کی خواہش ہے نہ جنت کی طلب ہے
مدت سے مری جان گرفتار ہوا تیرا

دنیا میں زلیخا کی صفت اے مرے یوسف
بازار محبت میں خریدار ہوں تیرا

بیہوش کیا ہے مجھے جلوے نے تمہارے
اتنی تو خبر ہے کہ خبردار ہوں تیرا

بلبل کی طرح شور و فغاں کرتی ہیں تو ہو
میں خار نہیں یار میں گلزار ہوں تیرا

میں بادۂ پیمانۂ خم وحدت کا ہوں ساقی
دے جام محبت مجھے میخوار ہوں تیرا

کیا غرض مجھے چھیڑی ہے یہ قاضی و ملا
گر نیک ہوں یا بد ہوں گنہگار ہوں تیرا

اے صاحب عزت مری جلدی سے خبر لے
بدنام ہوا میں سر بازار ہوں تیرا

سنیو یار اگر پوچھیگا تو کسکا ہے شیدا
تیرا ہوں میں تیرا ہوں میں سو بار ہوں تیرا

کانٹا سا کھٹکتا ہوں رقیبوں کے جگر میں
گل ہوں میں تری باغ کا یا خار ہوں تیرا

ضامن تری فرقت سے لب جاں ہے بیماری
آ مل مرے عیسیٰ کہ میں بیمار ہوں تیرا

مسجود ملایک تو ہے آدم کسکو تو نے سجدہ کیا
بت میں دیکھا کیا ہے تو نے تجھ میں ہے خود ذات خدا

خودی کا پردہ ایسا چھایا دل پر تیرے اے غافل
پھوٹ گئیں جب دل کی آنکھیں نظر نہ آیا تجھے خدا

چاروں عناصر تیرے اندر پانچوں فن آتی تجھ میں نور
جانو جہاں سب تجھ کو دیے ہیں تجھ سے بہتر ہو کیا

چاند سورج سب تیری خاطر خدمتگار بنائے دیے
اب تک تو نے اسکو نہ جانا جسنے ایسا تجھے ہے کیا

نبی ولی اور غوث و قطب سب قائل ضامن نفس کے ہیں
نفس کا بندہ بنا جو کوئی اچھا خاصہ بھوت بنا

شمع صفت میں ساری رات درد ہجر سے خاموش جلا
صبح ہوئی جو شعلۂ طور گھڑی سے جو نکلا پھونک دیا

وصل نہیں منظور اگر بہر خدا اتنا تو کر
تیغ سے سیدا کاٹ دے سر بچ والم دو طرف کا جا

فرقت سے تیرے دل ہی رات حشر سے ملتا ہوا تھا
نکلی ہو دم آہ کی تھا اوبت کا فریبے پروا

رو رو کی میں اشک کی تار گلی میں ڈالے کر گئے ہار
چشم ہی بس ار و نزار دل پر چھائی غم کی گھٹا

سر و روان حسن گل سنبل زلف نرگس چشم
چینی رنگ ہی بوئی سمن غنچہ دہن ہی وصل علا

ہر دم میں جی بگڑی ہی بن تیری کب گذرتی ہی
آئیو ہمکو آنے دو پچھلا جھگڑا ہوئی چکا

تیری گلی میں شجرہ طور یار یقین ہی کر ہو طلسو
خاک میں تیری کوچہ کی دانہ دلکو بوہی دیا

عشق میں تیری او عیار جان سے گذرا عاشق زار
جب بھی نہ تو نے رحم کیا عاشق مسکین مار دیا

ضامن تو نے جور و جفا عشق میں سکے کیا نہ سہا
راز نہاں پر چھپا رہا صابر کہوں میں کس سے جا

اے شہید ناز ہے بہتر تڑپنا لوٹنا
ہو مبارک کشتۂ خنجر تڑپنا لوٹنا

اسکو بھایا ہے مرا اکثر تڑپنا لوٹنا
چاہیے تجھکو دل مضطر تڑپنا لوٹنا

حشر تک میں درد دل سے یونہیں لوٹونگا یار
دے گیا ہی مجکو وہ دلبر تڑپنا لوٹنا

خاک و خوں میں لیا بیتابی سے تڑپا ہوں کہ آہ
ہو گیا ہی جلوہ محشر تڑپنا لوٹنا

آتش الفت میں جلتا ہوں ہیں گھٹتا ہوں میں
دم بدم جوں ذرۂ اخگر تڑپنا لوٹنا

یار بن محفل میں حال اپنا ہے ایسا دوستو
وجد صوفی سے زیادہ تر تڑپنا لوٹنا

زلف مشکیں کے تصور میں پریشانی ہی یہ
شکل کاکل یار کے رخ پر تڑپنا لوٹنا

مار ڈالا ہی ترے جلوہ نے ہمکو شمع رو
مثل پروانے کے ہی شب بھر تڑپنا لوٹنا

یار ملجائیگا ضامن بیقراری کیا ضرور
پارے کی مانند تو مت کر تڑپنا لوٹنا

تم مری پاس اگر آج بھی ہونے جانا
مہرے رونے پہ وہیں آپ بھی ڈرتے جانا

رشتۂ مہر و وفا آپ کا ہوتا کنگنا
گوہر دل جو مرا اس میں پرو لیتے جانا

بخت بیدار تو جب اپنا سمجھتا یارب
سر کو زانو پہ مرے تو سوتے جانا

بیوفائی تری معلوم اگر ہوتی ہمیں
تیری الفت میں کبھی دل کو نہ کھوتے جانا

باغ مقتل میں اگر سیر کو آتے ہو صنم
کشتۂ ناز کی تربت پہ بھی ہوتے جانا

کوئی کہتا نہیں وحشی و مجنون رندا
تیری رشتہ کو کبھی زندہ نہ کرنا جیسے
باغ دنیا میں ثمر مہر و وفا کا پالے

ہم جو ہر سوا تیری چاہت میں ہیں ہوتے جانا
چارہ سازہ سے مری ہ بھی ہر روتے جانا
تخم الفت کا کسی دل میں جو بوتے جانا

منزل عشق میں ہر ایک قدم پر ضامن
اشک سے دامن حسرت کو بھگوتے جانا

خدا ہی کس سے جدا خود کو جو جدا سمجھا
جو اپنے آپ کو منصور نے فنا سمجھا
نفخت فیہ نہ سمجھا نہ سحن اقرب کو
تو آپ یار ہے اپنا تو ڈھونڈھتا ہے کسے
کوئی سمجھتا ہے احمد کو عبدہ بالکل
دکھادیا مجھے جلوہ صنم کا ہر جاگہ
مری ہی کب وہی بت اور بت شکن ہے وہی
لمن رانی حقا فقد رای الحق
جو اپنے آپکو سمجھا نہ یار کو سمجھا
سمجھ نہ آپ کو ضامن مٹادے اپنے خودی
خدا کو سمجھا کہ جو راز انما سمجھا
خبر نہ رکھ تو کسی کی خبر ہو جبکہ تجھے
خدا کو سمجھا نہ جو آپ کو نہیں سمجھا
وہ یار پاس ہے شہ رگ سے بھی بہت نزدیک
میں ڈھونڈتا پھرا اسکو لو کو و بن میں بس
ہمیشہ زندہ ہوا تیغ یار کا کشتہ

نگار صورت مرشد کو مصطفا سمجھا
چڑھا وہ دار پر جب معنے بقا سمجھا
تو پاس یار کو اب تک اے دلا سمجھا
کہیں عرف کو تنیں ہای نارو اسمجھا
خدا رسیدوں نے اس ذات کو خدا سمجھا
میں عشق کے نہیں ہادی و رہنما سمجھا
قسم ہے اسکی حقیقت میں جو کہ تھا سمجھا
یہ راز خاص ہے اسکو تو مصطفا سمجھا
سمجھ پہ خاک پڑے اسکی وہ برا سمجھا
ہزار بار تجھے تو نہی دیا سمجھا
قسم وجہ کے معنوں کو برملا سمجھا
دل حریص خودی کو یہ دے ذرا سمجھا
نہ سمجھا غیر کو جسنے تو وہ خدا سمجھا
ملا وہ اس سے کہ جس نے اسے ملا سمجھا
وہ پاس تھا مرے اسکو میں دور جا سمجھا
جو کوئی یار کو جو دشمنت کر لیا سمجھا

مثال شمع کے محفل میں جل گیا ضامن
کوئی نہ یار مرے دل کا آشنا سمجھا

بے خطا یار نے ہمیں مارا ‌‌ ‌ تو دل زار نے ہمیں مارا
مار ڈالا کسی کی چاہت نے ‌ ‌ الفت یار نے ہمیں مارا
جا بتیں ہم کیا طواف کعبہ کو ‌ ‌ بت عیار نے ہمیں مارا
مار ڈالو جو مارنے ہو جی ‌ ‌ چشم خونخوار نے ہمیں مارا
بن قضا کے کبھی نہ مرتے ہم ‌ ‌ اس جفا کار نے ہمیں مارا
دام کاکل کی قید سے نہ چھٹے ‌ ‌ زلف پلدار نے ہمیں مارا
حاصل اپنا نہ کچھ ہوا مطلب ‌ ‌ عشق بے کل نے ہمیں مارا
اس کی ٹھوکر سے دل ہوا پامال ‌ ‌ کبک رفتار نے ہمیں مارا
تیر مژگان کمان ابرو سے ‌ ‌ اس کماں دار نے ہمیں مارا
شادی مرگ ہم اسے سمجھے ‌ ‌ مہرباں یار نے ہمیں مارا
مثل موسیٰ کے لن ترانی سن ‌ ‌ شوق دیدار نے ہمیں مارا
جس نے مارا ہے اپنے ضامن کو ‌ ‌ اس ستمگار نے ہمیں مارا

نقشہ جو رخ کا آپ کے مانی اتارتا ‌ ‌ لوح و قلم کو کلک پہ حق اسکے وارتا
موسیٰ جو دیکھتا تجھے ارنی پکارتا ‌ ‌ کیوں نازلن ترانی ہمیشہ سہارتا
زلفوں کا دھیان دل میں ہوں جب دم گذارتا ‌ ‌ شیشہ میں دل کی ہوں میں پری کو اتارتا
شیریں لبوں سے آپکے یحیی العظام سن ‌ ‌ عیسیٰ ہماری سامنے کچھ دم نہ مارتا
آدم میں جلوہ گر جو ہوا نور احمدی ‌ ‌ شیطان سجدہ کرتا تو بازی نہ ہارتا
گر دیکھتا میں زلف معنبر کو آپ کی ‌ ‌ مژگاں کی شانے سے اسی کیا کیا سنوارتا
ہے آرزو کہ روضۂ اقدس پہ ہوں نثار ‌ ‌ آنکھوں سے آؤں اپنے دل و جان کو وارتا
صل علی محمدن الشافع الامم ‌ ‌ دن حشر کے اٹھونگا یہی میں پکارتا

ملتے نہیں ہو کس لئے ضامن سے یا نبی
ہر کوچہ و گلی میں پھروں ہوں پکارتا

شربت وصل صنم تم سے پلایا نہ گیا ‌ ‌ اپنے کشتہ کو مسیحا سے جلایا نہ گیا

شمع ساں جل ہی گیا آتش ہجراں سی دل
واہ وا دیدۂ تر تم سے بجھایا نہ گیا

سوزش عشق میں تن اپنا ہوا کان نمک
گریۂ چشم مگر تم سے بہایا نہ گیا

مثل گل ہم ہنسے گلشن دنیا میں کبھی
غنچۂ دل کو صبا تم سی کھلایا نہ گیا

غیر پیتے ہیں مجھی پیاس ہے اور ابلی ہے
ساقیا ساغر مے ہم کو پلایا نہ گیا

اے عزیزو کہو کس طور تسلی ہووے
تم سے یاں تک بت کافر کو بلایا نہ گیا

ڈھونڈھتے پھرتے رہے کوہ و بیاباں میں ہم
یار تھا پاس ہی پر ہم سی تو پایا نہ گیا

بیخودی ہم پہ یہ چھائی کہ گئے ہوش خطا
ہم وہاں پہونچے کہ پھر ہم سی تو آیا نہ گیا

دشت وحشت نے کیا چاک گریباں میرا
سوزن عقل سے پھر اس کو سلایا نہ گیا

وصل دلدار میسر نہوا گاہ ہمیں
بار ہجراں بھی تو پھر ہمسے اٹھایا نہ گیا

کیا کہوں طالع بدخواہ کی ناکامی کو
ایکدن یار کو ضامن سی منایا نہ گیا

خنجر ابرو کا تم نے جب اشارہ کر دیا
راز پنہاں زخم دل کا آشکارا کر دیا

غرق ہے طوفان گریاں میں سفینہ چشم کا
ہجر نے دریای غم کو بے کنارہ کر دیا

رشک گلزار ارم ہے عندلیبو دیکھ لو؟
کوئے جاناں اپنے خوں سے ہمنے سارا کر دیا

عاشقوں نے آہ سی گردوں کا کھاٹا اٹھا لیے
ہیں عصا نے آہ سی اسکا سہارا کر دیا

فکر مت کر قتل کرنیکی مرے بے جرم تو
تیری فرقت نے ہمیں تو غم کا مارا کر دیا

یار کو کرکے جدا ہمسے فلک چیرا جگر
ہمنے بھی تجھپر رواں آہوں کا آرا کر دیا

ناتوانی سی جاں بلب ہوں نقش چیں [illegible]
دیکھ لو اب حال یہ تم نے ہمارا کر دیا

ہے حساب ہندسہ منظور تیری تیغ کو
لوح سینہ کو مری شبکہ ہی سارا کر دیا

دین و ایماں جان و دل ہی اور تمکو جاناں کر دیا
کیوں خفا ہو ہمنے کیا نقصان تمہارا کر دیا

حسن کا طالب ہے ضامن اور نگاہ پیار کا
راز پنہاں تیرا اپنا آشکارا کر دیا

پائے زنجیر دلا زلف دوتا کا دیکھا
عشق بازوں کو گرفتار بلا کا دیکھا

رخ تری جلوہ نما حسن ازل کا ہی صنم
جس نے دیکھا تجھے دیدار خدا کا دیکھا

مثل سایہ کے پڑی رہتی ہیں پاؤں پہ ترے
ہمنے سایہ کو ترے سایہ ہما کا دیکھا

وصل اک دن تری جنت فردوس کا ہی
شب ہجراں کو تری روز جزا کا دیکھا

دل کھچا جاتا ہی قبلہ کیطرف اے قبلہ
اپنے دل میں یہ اثر قبلہ نما کا دیکھا

مفت میں جان گئی وصل کی امید میں ہائے
تجھکو پابند سدا شرم و حیا کا دیکھا

کھل گئی ظاہر و باطن کی میاں پردہ سبھی
جس نے تیرا جو کھلا بند قبا کا دیکھا

بیوفا تو نے وفا کچھ بھی نہ کی ہمسے کبھی
ہمنے کیا کیا نہ ستم تیری جفا کا دیکھا

اپنے ہاتھوں سے کیا اپنا ہی خوں ہائے ستم
جس نے ہاتھوں پہ ترے رنگ حنا کا دیکھا

دھوکا مجنوں کا ہوا مانی و بہزاد کو بھی
میری تصویر کا جب اس نے کہا کا دیکھا

لیگیا پہلو سے دل آنکھ ملاتے ہی صنم
فتنہ گر تجھومیں تیری یہ چھپا کا دیکھا

ظاہر الطف جتا کر مجھے مارا تو نے
حسن اخلاق ترا یار دغا کا دیکھا

ہوگیا پہلے فنا ہونے سے فانی ضامن
شیوہ سبیل فنا اہل فنا کا دیکھا

رخ نور جادۂ مصطفے وہ خدا کا نور جمال تھا
جو تمام خلق میں ہے عیاں یہ کمال نہیں کمال تھا

قفس حیات کو توڑ کے گیا مرغ دل جو عدم کو ہی
مری جاں پہ یہ وبال بھی تھا یہ سخت وبال تھا

گئی پیاس میرے حلق کی بجھ دم ذبح اے بت ناز پر
تیری آب تیغ کا او صنم کہوں کیا کہ آب زلال تھا

نہ تو زر ہی مجھکو کہ دوں تجھے تو امیر ہی میں فقیر ہوں
دل و جان تھا سو تجھے دیا یہی ایک مجھ میں کمال تھا

لب بام پر جو وہ آگیا تو وہ جلوہ اپنا دکھا گیا
وہ قمر تھا ہائے جو چھپ گیا وہ پری تھا جو کہ خیال تھا

جو خودی کا پردہ اٹھا دیا تو وصال یار کا مطلب بنا
وہ ہمارے سامنے آگیا کہ نشو جسکا محال تھا

دل و جان عشق نے کھو دیا مری پاس یار نہ کچھ رہا
مگر ایک ضامن علی ترا جو رفیق رنج و ملال تھا

رشک قمر جو تو نے رخ سے نقاب الٹا
ساقی نے محو ہو کے جام شراب الٹا

تشنہ جو جاں لب ہیں سیراب پی رہے ہیں
محفل کا تری دیکھا ہمنے یہ داب الٹا

مجکو پیاس وہ ہے محشر تلک نہ کم ہو
میرے دہن میں ساقی مینا شراب الٹا

واللہ وصل جاناں ہر باب میں نہیں ہے
تا عمر مولوی نے ورق کتاب الٹا

دریا میں تشنہ دیکھے لاکھوں حباب الٹے
دریا بہار ہا ہے چشم حباب الٹا

یوسف سوائے عزیز و احزملی زلیخا
کیوں ہم یہ دیکھتے ہیں یارب یہ خواب الٹا

افسوس گھر میں آکے محبوب جبکہ بیٹھا
تیرا نصیب ضامن خانہ خراب الٹا

تم نے گر قتل کیا ہم کو بہت خوب کیا
بخدا خوب کیا خوب ہی اسلوب کیا

تھا مناسب کہ جو واعظ نے لئے بہر خدا
ساقیا دختر رز کے تئیں منسوب کیا

قتل قاصد کو کیا خط کو مرے پھونکدیا
جبکہ اس طرف روانہ کبھی مکتوب کیا

تیری سودائے محبت نے ستمگر کیا کیا
ہمکو دیوانہ کیا وحشی و مجذوب کیا

جو کیا تم نے مفت میں ضامن بدنام
آپ طالب ہوئے خود آپ کو مطلوب کیا

اچھا ہے وہ خود اچھا ہے یار بھلا اچھا
ہے اپنا نصیب اچھا دلدار ملا اچھا

کاکل نے تیرے ہمکو اب مار لیا اچھا
اس مار سیہ گو نے یہ کار کیا اچھا

فرقت میں تیری کبتک بیمار جیا اچھا
اے بہر خدا ابتو اے یار ذرا اچھا

انکار ہی بوسے سے اقرار ہی ملنے کا
انکار کیا اچھا اقرار کیا اچھا

زلفوں کا تیری قیدی سنتے ہیں کہ زندہ ہے
اب تک نہ ہوا ہائے بیمار رہا اچھا

ساقی تیرا میخانہ آباد ہوا ہمسے
پھر جام مئے الفت ہر بار پلا اچھا

ہر بار کے جلنے سے ہر روز کی جھکنے سی
اب شمع پہ پروانہ اکبار جلا اچھا

کیا کیا ہی پری پیکر اس باغ جہاں میں ہیں
کیا گلشن عالم میں گلزار کھلا اچھا

ہے رسم یہ خوباں کی جو چاہیں سو کر بیٹھیں
ہوتا ہی نہیں انکا ای یار گلا اچھا

قاتل تو ذرا اپنے بسمل کو تڑپنے دے
کاٹا ہی جواب تو نے خونخوار گلا اچھا

غیروں نیں تو جانے ہیں خوش ہوکے وہاں ضامن
اور میری گھر آنے سے انکار ہوا اچھا

یا علی جسپہ ترے لطف کا سایا ہوگا
تخت شاہی سی بلند اسکا تو پایہ ہوگا

یا محمدؐ ہے ترے سامنے یوسف ذرہ
دست قدرت نے ترا حسن بنایا ہوگا

جسنے کونین میں سمجھا ہی تجھی پشت پناہ
اسکو دارین کی آفت سی بچایا ہوگا

چاہ یوسف کی رہی ہوگی نہ یوسف کی طلب
جس کی آنکھوں میں ترا حسن سمایا ہوگا

خلق نے جبکہ گرایا تجھی دل سی ضامن
حضرت شاہ دلے الفت سی اٹھایا ہوگا

دل ہو مشتاق جسی اس بت نادان کا
سب بھلا بیٹھا قصہ دین اور ایمان کا

اے ستمگر کیا سبب کیا مدعا کیا واسطہ
ہو گیا ایسا جو دشمن تو ہماری جان کا

خواہش لعل و گوہر اصلا نہیں ہمکو رہی
جب سی دلمیں چھپا ہی تیری لب و دندان کا

مجھسے فرماؤ تو جانا مجسے میں ہوں سرخرو
ملتجی کیوں غیر سی ہی ایک برگ پان کا

ناصحا مجکو نصیحت کیا کری ہی دیکھ تو
اور ہی مشرب سدا سی ہی یہاں رندان کا

مہر مہ روشن ہجے اور نور ہی چار و طرف
کسقدر چھایا ہی جلوہ اس رخ تابان کا

طرفہ تر یہ ماجرا ضامن تری گریہ کا ہے
ایک قطرہ ہی سمندر دیدۂ گریان کا

عشق میرا تو ہی اب شہرۂ آفاق ہوا
شکر اللہ کہ مجھی رتبۂ عشاق ہوا

صبر و آرام و خور و خواب یہ سب جاتی رہی
کس ستمگر کا دلا ہم سے تو مشتاق ہوا

تھی مکدر نہ کبھی ایسی طبیعت تیری
اب خفا مجھسے تو کیوں صاحب اخلاق ہوا

تیرہ بختی دل ناشاد کی اب کیا کہیئے
گاہ گہ ملنا بھی اس سی ہمیں اب شاق ہوا

مار کاکل نے ڈسا جسکا کلیجہ ضامن
شربت وصل کا اس کے لئی تریاق ہوا

جلوۂ خاص صنم کا دیکھو عالم میں کیا عالم ہوا
دیر و مسجد کفر کہیں اور آپ کہیں اسلام ہوا

آپ ہی بلبل آپ ہی قمری آپ ہی طوطی اور شمع شعلہ
سیر چمن کو آپ گیا وہ کیا کیا اسکا نام ہوا

آپ ہی کھاوی آپ ہی جیوی آپ ہی قادر شئے
آپ ہی کشمکش آپ ہی پستہ آپ ہی دو بادام ہوا

ملک عدم سے آپ ہی آیا اپنے اندر آپ سمایا
آپ کو ڈھونڈھا آپ نہ پایا اسکا یہ انجام ہوا

آپ ہی اللہ آپ ہی محمد آپ ہی عاشق آپ ہی معشوق
اپنا نام رکھا کے ضامن آپ ہی وہ بدنام ہوا

ہم نے جانا کہ تئیں دلبر جانا جانا
لیکن اس جان نے دشمن ہمیں جانا جانا

میری خوں سے ترا آلودہ ہوا جو دامن
کبک رفتار ستمگار اٹھانا جانا

تجکو کہتا تھا نہ اے دل تو خطا پائیگا
اسکو کوچہ میں نہ رکھ روز کا آنا جانا

کیوں خیال آوے کسی غیر کا دلمیں اپنے
عشق نے تیری کیا تجھہ میں ٹھکانا جانا

دام کاکل میں پھنسا کھینچ ہی میرا دل
رخ صیاد پہ ناداں نے دانا جانا

ہاتھ پاؤں تری بسمل کو جو ہوئے ٹھنڈے
قبضۂ تیغ سے جب ہاتھ اٹھانا جانا

سرخی لب کیلئے خون مرا کافی ہے
برگ تنبول بنا کرکے نہ کھانا جانا

مجھسے احباب تری جبکہ اٹھالیویں ہاتھ
فاتحہ پڑھنے کو جب ہاتھ اٹھانا جانا

مضطرب مت ہو میں ہو بیاد چراغ کشتہ
اپنے بسمل کا سفر دیکھ کے جانا جانا

تیری قدمونکی قسم قدمونکا تکیہ ہے ترے
بستر گل پہ یہ بہتر ہے سر جانا جانا

جو کہ احباب کو احباب سے کردیوے جدا
ہمنے اس کے تئیں بلبلیں کا نانا جانا

تیری عاشق کو ٹھکانا نہ ملا جبکہ کہیں
تیری کوچہ میں فقط اپنا ٹھکانا جانا

چڑھ گیا آرے سے دل اپنا پریشاں ہو
جبکہ زلفونمیں کیا تنے وہ شانا جانا

طائر جاں نہیں بچنے کا نگہ سے تیری
تیری آنکھوں نے کیا ہے یہ نشانا جانا

بات کی بات ہے پی لینا ہلاہل مجھے
زہر فرقت کا تری سخت ہے کھانا جانا

استخواں غم سے ہوئی خشک نیستاں کو بن
آہ کر دم کا ہی ہر نے میں ترانا جانا

ایک بوسہ کی عوض اس لب شیریں سے تری
خوں بہا میں نے کیا خوں کا بہانا جانا

کچھہ تو حسرت ہے جو بھاری ہے جنازہ میرا
ہاتھ بے رحم ذرا تو بھی لگانا جانا

آج کل کے تری عاشق تو مزا لوٹ گئے
پہ یہ ضامن رہا محروم پرانا جانا

جبکہ وہ خورشید رو آکر دوبارا پھر گیا
تیرہ بختی سے مری قسمت کا تارا پھر گیا

اب ہماری طرف سے جو دل تمہارا پھر گیا
پھرتے ہی تیری زمانہ ہمسے سارا پھر گیا

کوئی تڑپے ہی پڑا محفل میں کوئی مر گیا
تیغ ابرو کا جو قاتل کی اشارہ پھر گیا

عاشق صادق کو لازم ہی رہے حوصلے دلربا
ذکریا نے دم نہ مارا سر پہ آرا پھر گیا

لیجیے جام صبوحی ضامن اب کی اور بھی
بادۂ الفت کا آنکھوں میں طارہ پھر گیا

نازنیں نور فشاں ہی یہ سخن سہرا
بارک اللہ مبارک ہو دلہن کا سہرا

رشک افزا گل تر لعل یمن کا سہرا
جلوہ گر حسن بھرا غنچہ دہن کا سہرا

بحر مہر میں ڈالا ہے ستاروں کا سپند
ماہ نے دیکھا جو دولھا دولھن کا سہرا

کہکشاں نے بھی کیا گوہر انجم کو نثار
ہے گل ناز نبوت کے چمن کا سہرا

ہو مبارک مری احباب کو ہر روز خوشی
کیا ہی ضامن نے کہا ہے یہ جشن کا سہرا

بتلاؤ طبیبو کہ میں بیمار ہوں کسکا
جو یاے شفا شربت دیدار لب ہوں کسکا

ارنی کی صدا لب پہ ہے اور دیدۂ خونبار
موسیٰ کی صفت طالب دیدار ہوں کسکا

آتی ہے نظر ہمکو بتوں میں بھی تجلی
در پردہ عزیزو میں طلبگار ہوں کسکا

میں صورت گل آنکھ میں بلبل کی سمایا
اعدا کے سوا اور کہو خار ہوں کسکا

اسطرح گرا خاک پہ ہوں اٹھ نہیں سکتا
پامال روش ناز رفتار ہوں کسکا

اے عشق شہنشاہ خداوند دو عالم
جز آپکے میں بندۂ سرکار ہوں کسکا

اے دیدۂ حق بیں سے حقیقت ہو نمایاں
دیکھو تو میں مظہر اسرار ہوں کس کا

بکتا ہوں مجھے لو کوئی یہ مفت ہے سودا
بردہ ہو بکا میں سر بازار ہوں کسکا

پہلو میں اجل کی مری اوقات بسر ہے
میں اب ہدف تیر نظر دار ہوں کسکا

پہلو میں تری یار ہے جوں بوئے گل بیدل
میں جھانکتا روزن دیوار ہوں کسکا

ڈھونڈھا اسی عالم میں نشاں اسکا نہ پایا
وہ کون ہے ضامن میں گرفتار ہوں کسکا

ہے عشق اور محبت دن رات کام اپنا
مشہور عاشقوں میں مجنوں ہے نام اپنا

کس طرح ہاتھ آوے وہ مرغ لامکانی
صیاد ہے نہ اپنا دانہ نہ دام اپنا

رندی و مے پرستی مذہب ہوا ہے اپنا
یہ ذکر جا بجا ہے خاصوں میں عام اپنا

ہم قید دو جہاں سے آزاد ہو گئے ہیں
اسلام و کفر سے ہے آگے مقام اپنا

ہم جان و دل سے گذری جو جور سے نہ گذرا
ایسے صنم کو ضامن صاحب سلام اپنا

عالم میں گو ہوا ہے مشہور نام اپنا
حاصل ہوا نہیں ہے افسوس کام اپنا

محفل میں تیری ساقی بے یار میکشی ہے
رہنے دے میں کدہیں مے کا یہ جام اپنا

زنار ہمنے باندھا الفت میں اس صنم کی
ہرگز ہوا نہ اب تک کافر وہ رام اپنا

اے عشق تو نے ہمکو سب سے چھڑا دیا ہے
ہادی و پیشوا ہے تو ہی امام اپنا

وہ شاہ نازنیں ہے ضامن قسم خدا کی
کرتا ہے جسکو چاہے صابر غلام اپنا

ساقی تری دورہ میں وہ دلدار نہ دیکھا
اور بادۂ گلگوں کا خریدار نہ دیکھا

عالم میں کوئی ہمنے تو بیکار نہ دیکھا
ہر کار میں پر پارسا مکار نہ دیکھا

شاید نہ رہی مے تری خمخانے میں ساقی
بدمست مئے عشق کا سرشار نہ دیکھا

ہم دیکھتے ہیں عیش مہیا ہے و لیکن
برباد ہے سب عیش اگر یار نہ دیکھا

جوں پردہ ہے پردۂ فانوس میں روشن
بے پردہ کبھی یار کا دیدار نہ دیکھا

گر عمر تری بام کے نیچے ہوئی آخر
اے بخت سیہ روزن دیوار نہ دیکھا

جیتا نہ رہے اور نہ مر جائے یہ بیمار
مانند تپ عشق کے آزار نہ دیکھا

کوی سرا تک تری جا پہونچا ہے عاشق
افسوس کبھی آپ کا دیدار نہ دیکھا

طالب ہے جہاں اس کی ملاقات کا لیکن
جاں پہلو جو دے ایسا طلبگار نہ دیکھا

بیہوش سے ہشیار ہے اس راز نہاں کا
بیہوش کی مانند تو ہشیار نہ دیکھا

لے دست جنوں چاک کیا ایسا گریباں
وحشی کی بدن پر تو کوئی تار نہ دیکھا

معلوم ہوا میکدے میں آج کرو گے
واعظ یہ قبا جبہ و دستار نہ دیکھا

بکتا ہے پھر امصر کے بازار میں یوسف
یوسف کو میں اپنے سر بازار نہ دیکھا

مختار محمد ہیں ہر اک کار کے ضامن
محبوب خدا ساکوئی مختار نہ دیکھا

ردیف بائے موحدہ

بے وصل یار ہم ہوئے بدنام بے سبب
بیجرم یار نے دیئے دشنام بے سبب

ساقی مجھے بھی بادہ گلگوں سے مست کر
دائر ہیں دور میں تری گر جام بے سبب

جانبر ہو کیونکہ خاص شہید نگاہ یار
تیغ نگہ سے ماری گئی عام بے سبب

بن دیکھے روئے یار کے کلمہ پڑھا تو کیا
عشاق اسکو کہتے ہیں اسلام بے سبب

رشک ارم ہوا مرا بیت الحزن کہ وہ
گھر میرے آیا جو گلفام بے سبب

شاید کمند زلف میں دل میرا جا پھنسے
صیاد نے لگایا ہے کب دام بے سبب

حاضر ہوں جان و دل سے مجھے عذر کچھ نہیں
پھر کیوں خفا ہے ہم سے وہ خود کام بے سبب

امید وصل یار ہے حق سے حشر تلک
خالق نے کر دیئے ہیں بہت کام بے سبب

جبتک کہ جان نہ دیویگا ضامن تو یار کو
ہوتا ہے کب وہ رام دل آرام بے سبب

ہے مری دل میں مدینہ کی زیارت کی طلب
مصحف روئے محمد کے زیارت کی طلب

ہے نہیں دل کو مرے کشف و کرامات کی طلب
ہے مگر مجکو مدینہ کی زیارت کی طلب

دیکھ لوں میں قدر عنا و جمال روشن
پھر نہ ہو مجکو کسی کشف و کرامات کی طلب

نور ہو آنکھوں میں پیدا رخ روشن سے ترے
چشم خورشید کو ہے مجھ سے زیارت کی طلب

ناخدا کشتی امت پہ ہے طوفان بلا
لو خبر جلد کہ ہے تم سے حفاظت کی طلب

عشق نے آپ کے معشوق بنایا ہمکو
آتش عشق کو مرہم ہے زیارت کی طلب

تاج شاہی سے تو بہتر ہے تمہارے نعلین
سر پہ رکھوں تو کروں بالا انت کی طلب

آپکی شوق محبت میں نکلجائے یہ دم — دیجیو بہر خدا مجکو ہدایت کی طلب

ہم گدائے درِ احمدؐ ہیں نہیں کچھ پروا — چاہ دنیا کی ہمیں اور نہ زیارت کی طلب

پنجتن پاک کی الفت میں فدا ہو جانا

تجکو ضامن ہے اگر خاص شہادت کی طلب

ردیف تائے فوقانی

کیا دیکھی یہ پروانہ دل زار کی ہمت — غالب ہے رخ شمع دل زار کی ہمت

پر گو مہر و مرجان سے کیا کرتے ہیں اہن — دیکھو یہ گہر دیدۂ خونبار کی ہمت

دیکھیں نہ کبھی حور کو جنت میں مرے جان — یا تنگ ہے تری طالب دیدار کی ہمت

بے مہر بلائے میری گھر آپ وہ آئے — عالی ہے یہ اس عالی مقدار کی ہمت

عالم کو کیا مست خرابات مئے نانہ — مصروف ہے یہ ساقی سرشار کی ہمت

تھی دل میں تمنا کہ بیاں کیجیے کچھ حال — قاصر ہے وہاں دست گفتار کی ہمت

وہ کشتۂ بیجان کے تیغ دم میں جلائے — ہے رشک مسیحا تری رفتار کی ہمت

صحرا میں تری مجنوں کی پابوسی کو آئے — اے آبلہ پا دیکھی جلد نگار کی ہمت

عاشق کو غم ہجر سے اکدم میں چھڑایا — کیا کہیے کہ کیا ہے تری تلوار کی ہمت

دائرہ ہے بیاں عشق کی نقطہ کو سب عالم — جاذب ہے تری نقطۂ پرکار کی ہمت

ہر زخم جگر پہ مرے زنگار چھڑک دو — اے یار روا گر ہے نہیں کچھ بیمار کی ہمت

اب سینہ و دل میں مری بازو و کمر میں — ہو جائے خدا حیدر کرار کی ہمت

ضامن رخ دل پر تری پردہ ہے خودی کا

اٹھ جائے اگر صرف ہو اس یار کی ہمت

یا خدا اس قد موزوں پہ مبارک ہو بسنت — ساقیا بادۂ گلگوں پہ مبارک ہو بسنت

چھینٹی رنگ خط سبز بسنتی جوڑے — یا الٰہی تری ہندوں پہ مبارک ہو بسنت

سرو قد سیمبر غنچہ دہن سیب ذقن — موج حسن در مکنوں پہ مبارک ہو بسنت

جامۂ سبز قبا سرخ گلابی دستار
زرد شال تری شانو پہ مبارک ہو بسنت

آج لیلیٰ نے جو پہنا ہے بسنتی جوڑا
وادی نجد میں مجنوں پہ مبارک ہو بسنت

سرو شمشاد پہ قمری پہ یہ بلبل پہ بہار
اور دل لالۂ پرخوں پہ مبارک ہو بسنت

اے مرے حضرت مخدوم علی احمدؒ
اس تری ضامن محزوں پہ مبارک ہو بسنت

اب تو مستی چھوڑدی تو اے دل چار مست
تیری مستی سے ہوں میں قلندر وار مست

مئے بادہ انا لحق جوش زن ہے اسقدر
خاک مست و باد مست آب مست و نار مست

مست چشم یار کی ہے پڑی جب سے نگاہ
خوار پھرتا ہوں جہاں میں در بدر میں خوار مست

مستیٔ وحدت کی مے سے اور شراب عشق سے
خاک باد و آب و آتش ہوگئے ہیں چار مست

مست بالکل میں نہیں ہوں بے خبر جب کی مجھے
تیری مستی نے کیا ہے پر مجھے ناچار مست

نکہت کونین سے ہم کام کچھ رکھتے نہیں
اسکے جلوہ نے کیا ہے عاشق دیدار مست

شوق دیدار صنم میں بیخودی یا تنگ ہوئی
رب ارنی کہہ رہا ہوں بر سر بازار مست

گاہ بیخود ہجر میں ہوں بیخبر ہوں وصل میں
یار بھی ہمکو ملا ہے کیا خود و ہشیار مست

اک فقط میں تو نہیں ہوں عشق میں اُس بُت کے مست
شمس و تبریز و جنید و شبلی و عطار مست

دل کئی پامال کیتے اور مرے جی اٹھے
اے مسیحا ہے عجب تیری تو یہ رفتار مست

جب سے ساقی نے پلایا جام وحدت کا مجھے
حشر تک ضامن رہیگا بیخود و ہشیار مست

ردیف ثائے مثلثہ

معلوم نہیں خفگیٔ دلدار کا باعث
بیجرم و خطا تیغ قضا کار کا باعث

جاؤں نہ کبھی کوچۂ دلدار میں ہرگز
لیجائے پر عشق دل آزار کا باعث

اقرار تو کیا تھے شب وصل کو تم سے
ظاہر نہ ہوا ہمکو پر انکار کا باعث

چاہے جسے ملجائے وہ خود کام ستمگر
موجب ہو نہ زنار نہ تسبیح کا باعث

موسیٰ کی طرح گر گئی بیہوش ہو سب … اے یارو یہ ہی جلوۂ دیدار کا باعث
انداز نئی چال نئی ناز نئے ہیں … یہ سب ہیں بیان حسن راز کا باعث
سب حال بیان اسنے کروا پنا عزیزو … بے پردہ اگر ہو کوئی گفتار کا باعث
رہتا ہی غم و رنج میں کیوں عاشق بیدل … کچھ تمکو بھی معلوم ہی بیمار کا باعث

معشوق کا کہنا جو نہ مانے کوئی ضامن
ہی یہ بھی تو اک خفگئی دلدار کا باعث

تو جو مجھ سے خفا ہی کیا باعث … سچ بتا اس میں کیا ہی کیا باعث
میری کہنے کو دوستو وہ شوخ … کیوں نہیں مانتا ہی کیا باعث
باہمہ چند جور و ظلم و ستم … دل تمہیں چاہتا ہے کیا باعث
کاہش غم سے اب مرا سینہ … شق ہوا یا خدا ہے کیا باعث
دام کاکل میں تیری او صیاد … مرغ دل جا پھنسا ہی کیا باعث
یار اغیار کا مونس غیر … پر تو ہم سے جدا ہے کیا باعث

عین رندی و عیش میں ضامن
ہوگیا پارسا ہے کیا باعث

کوچۂ جانا یار وا بتو جانا ہی عبث … عشق میں سنی و فلکی غم بھی کھانا ہی عبث
صبر کرا یدل نہ گھبرا دیکھ تو انجام صبر … یار ملیگا از خود فل مچانا ہی عبث
مثل گل دنیا میں ہم آ گئے جیوں بوئے گل … دولت دنیا کا بالکل کارخانہ ہی عبث
قید میں صیاد کی ہم آ پھنسے افسوس ہی … مرغ دل قید ستم میں آب و دانہ ہی عبث
زلف سنبل یار کو ہر دم سنوارے ہی عبث … کاکل مشکیں کو اے مشاطہ شانا ہی عبث
جو کہ کشتہ ہی تری تیغ تغافل کا صنم … ان کو جینا ہی عبث اور زہر کھانا ہی عبث
چاہئے عاشق کو خاک کوئے جانا ہو رہے … جو گیا کوچہ میں اسکی پھر کے آنا ہی عبث
اشک دے پانی کی طرح اشک بہتی ہیں رواں … آہ کا اسکو عزیزو تازیانہ ہی عبث
جلگیا اے شمع تجھ پر تو فدا سی جان نثار … ماتم پروانہ پر آنسو بہانا ہی عبث

ہو اگر مد نظر جانا رقیبوں میں تمہیں
چاہیے جانا وہاں ہمکو سنانا ہی عبث

تو نہ آیا اپنے کشتہ کی جنازی پر کبھی
بعد مدت اسکے مرقد پر بھی آنا ہی عبث

مرقد عاشق کو تیری سایۂ گیسو ہی بس
چھتہ و گنبد کلس و شامیانہ ہی عبث

طائر جاں اوڑ گیا قید دو عالم چھوڑ کر
مرغ لاہوتی کو ضامن آشیانہ ہی عبث

ردیف جیم

آنکھ مفلس کی لڑی اس بت زردار سی آج
مرغ دل بازی لگی طائر پردار سے آج

دل مرا قید ہوا زلف میں تیری کافر
ربط مومن کو ہوا رشتۂ زنار سے آج

جذبۂ دل تری تاثیر کو ہم مانتے ہیں
یار جھانکی ہی کھڑا روزن دیوار سی آج

کل جو آیا تھا تری کوچہ میں مجھ سا غریب
ہائے مارا گیا وہ ابروئے خمدار سے آج

لاشہ پامال ہوا عاشق شیدا کا ترے
عزت اسکو یہ ملی آپ کی سرکار سی آج

ظلم کرتے ہیں وہ گر دل میں محبت بھی ہے
ہمکو ثابت ہوا ہی آپکی گفتار سی آج

ایسی انداز سی اور ناز سی مت پیر اٹھا
دل ملی جائینگی چند آپکی رفتار سی آج

جذبۂ عشق اسی پردہ سی باہر لایا
جا کھو یار کسی طالب دیدار سی آج

کشتۂ تیغ جفا و بت کافر ہوں میں
کان عیسیٰ نے ہی پکڑا تری بیمار سی آج

دانۂ دل کو تری زلف سی ہی رشتۂ وصل
ربط پیدا یہ ہوا سبحۂ زنار سی آج

وصل کر دن مجھی کیوں چین نہیں اے ضامن
چلکے پوچھیں گے کسی صاحب اسرار سی آج

ہم نہ آئینگے اگر آنے سے ہی یار کو رنج
گو کہ فرقت میں ہی مجھسی دل افگار کو رنج

جل گیا طور ہوئی موسیٰ و ہارون بیہوش
یعنی ہوتا ہی صدا طالب دیدار کو رنج

مار ڈالا وہ ہمیں ذبح کری تیغ سے گر
ہو نہ اس یار کے بازوئے طرحدار کو رنج

رنج و غم ہجر میں مجھ پہ جو گزرتا ہی سدا
کب گزرتا ہی عزیزو وہ کسی یار کو رنج

خط لکھے ہمنے بہت پر نہ لکھا اسنے جواب
رہ نوردی سی ہوا پیک سبکپا کو رنج

رنج لاکھوں ہوئے گو ہمپہ ہزاروں صدمے
یا خدا ہو نہ مگر اوس بت عیار کو رنج

کوہکن کی جو لگا سر میں وہ تیشۂ عشق
خون عاشق سی ہوا دامن کوہسار کو رنج

معدن رنج ہوں ایسا کہ مری ذبح سی ہاے
دشت غربت میں بھی ہی پانو سی خار کو رنج

کیوں عبث کیجیے اس یار کا شکوہ ضامن
عشق میں ہوتا ہے عاشق غمخوار کو رنج

جو گنج ہاتھ نہ آئے تو کچھہ نہ لائے رنج
سو گنج رنج کا ہی گنج صد بلائے رنج

دولت کی گنج کو دیکھو تو رنج ہوتا ہے
قسم خدا کی ہی کیا کیا نہ یہ دکھائے رنج

خوشی کی باتیں کرو اور خوشی سنو بیرنج
عزیز جانتے دل سی جو مٹائے رنج

یہ رنج شغل قضا ہی جو مار ڈالے ہے
زمیں کے نیچے شجاعوں کو یہ تو لائے رنج

ترنج اسلئے ہی ترش اسمیں بھی ہی رنج
برنج خود بھی ہوتے ہیں مبتلائے رنج

ذرا سی بات میں رنجیدہ جو کہ ہو جائے
تم اوس سی بھاگو کہ وہ بھی ہی اک بلائے رنج

مٹائے دفتر دل سی تو رنج کو ضامن
بہت سی تو نے تو دنیا میں آ اٹھائے رنج

ردیف حاء حطی

اوسکے ملنے اور بچھڑنے کی عزیزو دو صلاح
ہی صلاح اپنی وہی جو کچھہ تمہاری ہو صلاح

اپنی تدبیر اور صلاح زنہار کام آتی نہیں
نیک ہوویگی وہ صلاح دلدار کی جو ہو صلاح

جان کا رکھنا بچانا کام عاشق کا نہیں
عاشق دیوانہ سی لے عاشقو بیلو صلاح

کام سب ہوتے ہیں بے صلاح و مشورت
جو ہو بہتر آپ سی اوس سی مقرر لو صلاح

عاشق جانباز کو پند و نصیحت ہی ستم
کار دنیا میں ہی لازم ای عزیزو لو صلاح

جاہ دنیا سی فقیروں کی تئیں کام ہے
اہل دنیا خوب جانے اسکی تدبیر صلاح

طور پر موسی گری اور طور جا نپڑ میں گروں
ہی پسندیدہ دل ضامن کو یارو یہ صلاح

ردیف خائے معجمہ

گل کھلا ہی اے صبا اور سبز ہی ہر گل کی شاخ
غنچۂ دل تنگ بلبل کیوں نہیں ہوتا فراخ

بام پر آیا تو اس نے کر دیا روشن جہاں
جسطرح خورشید سے ہو جلوہ گر فیروز کاخ

ظاہر اس بت کی باتوں پر نہ بھولو عاشقو
آتش پنہاں رکھی ہے وہ مثال سنگ کاخ

کاکل بلدار پر میں پیچ کھا کر رہ گیا
پیچ پر جوں پیچ کھا کر خشک ہوتا ہو کی شاخ

کھینچکر لایا آج اپنا جذبۂ دل شوخ کو
دشمنوں کی منہ پر صد ہا تف ہزاروں آخ

کب کسی کی بات ہم سنتے ہیں لگی کان سی
یار کی باتوں سی پر ہی اپنی کانوں کا صماخ

دفتر وحدت ہی ضامن صفحۂ خاطر ترا
لوح دل سی ہو گیا طرف دوئی کا انفساخ

ردیف دال مہملہ

کیا کیا نہیں مجھپہ کر لی بیداد
اللہ سے ہے بتوں کی فریاد

قد کو ترے قامت قیامت
شمشاد کہوں کہ سرو آزاد

ہیں سامنے تیرے دست بستہ
خوباں کا مگر وہی ہے اُستاد

آنکھوں میں ہے نور تیری دم سے
ہے خانۂ دل تجھی سے آباد

تو غمزہ نواز فتنہ زا ہے
ہے ناز و ادا کی تو ہی بنیاد

یہ چرخ کہن ہے پیر دیرین
صدہا اسی داؤں گھات ہیں یاد

اے ظلم شعار آفت جان
اس فن میں ترا کون ہے اُستاد

شیرین تیری غم میں کھائی تیشہ
ادنی تیرا کوہکن ہے فرہاد

وہ سخت ہے سنگدل ترا دل
ہے سامنے جس کے موم فولاد

او چرخ بخیل مردم آزار
کیا کیا تجھو داؤں گھات ہیں یاد

کیا حور و قصور کس کی جنت
تم بن مرا دل کبھی نہ ہو شاد

قدموں سی نہیں اُٹھاؤنگا سر
جو چاہیے گا کیجیے گا ارشاد

رگ رگ میں جنوں ہی جوشیونکی
کیا فصد سے فائدہ ہے فصاد

جینا ہو محال ایک دم بھی
چھوڑے جو دام سے صیاد

کعبہ بتوں کو یوں بہٹا ـــے
واہ حضرت دل تمہاری ایجاد

اشعار سنائے خوب تم کو
ضامن کے سخن کی دیجیے داد

دل میں لگا ہوا ہی وہ تیر نگاہ سرد
یوں سر ہی خود بخود مرے سینہ سی آہ سرد

ان سرد مہریوں میں تمہاری تواد تو
کردی خدا نے دل ہی مری حب جاہ سرد

کیا گرم جوشیوں میں ہی طبع رسا مری
مضمون بھی دل ہی نکلی ہی گہ گرم گاہ سرد

اک بوسۂ ذقن مجھی ای یار دیجیے
تازہ رہی مدام تمہارا یہ چاہ سرد

خالی نہیں اثر سی مری ایک سانس بھی
گو دل سی آہ گرم نکلتی ہی گاہ سرد

جو نیکنام مرگئے ٹھنڈے ہیں زندہ دل
انکے مزار سرد ہیں اور خانقاہ سرد

ضامن یہ دعا ہے طفیل علی نبیؐ
میری بھی دل کو حشر میں رکھنا الٰہ سرد

خبر لے جلد مری میں ہوں ناتواں صیاد
لبوں پہ دم مرا ہو نہیں نہاں صیاد

گلے پہ تیغ تو کر صید کے رواں صیاد
نہ کر حیات کا میری تو اب گماں صیاد

نہ باقی چھوڑ کوئی صید کا نشاں صیاد
ہر ایک مرغ یہ کہتا ہی اکر یہاں صیاد

یہ مرغ دل نہیں آنیکا دام میں تیرے
ہی لامکاں پہ سدا اسکا آشیاں صیاد

نہ توڑ بیخ سی پہلے تو بال و پر بارے
نہ کر یہ جور و ستم ہمپہ بے بیاں صیاد

نہیں ہی چونچ میں بلبل کی شاخ سنبل کی
ہی اسکی دل سی اٹھا آہ کا دھواں صیاد

پھڑک کی توڑ لئے مرغ دل کی بال و پر
نہ ایکدم بھی ہوا اسکا پاسباں صیاد

نکل چکا ہی لہو پھیرت گلی پر چھری
ہوا ہی رنگ مرا رنگ زعفراں صیاد

نگاہ تیری نے بس کر دیا ہی کام تمام
اٹھا نہ ہاتھ میں اپنی تو یہ کماں صیاد

شب وصال میں مرغ سحر کا کھٹکا ہے
الٰہی کاٹ لی اسکی کوئی زباں صیاد

ہمارا طائر دل کرکے دام زلف میں
لئے پھریگا ہمیشہ کہاں کہاں صیاد

قفس میں بند نہ کر ذبح کر مجھے قاتل
چھڑا دے قید سے ہستی کی مہرباں صیاد

وصال یار میسر ہو کسطرح ضامن
ہمیشہ گھات میں رہتا ہے آسماں صیاد

اللہ سے کون بن آیا ہے احمد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ
بشکل بشر ہے آں نور بشر محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

تحیات و درود رحمت سلام اللہ بر روح محمدؐ
ازل سے تا ابد بر آل امجد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

مقدس مرآت نور الٰہی عجب محبوب ذات بارگاہی
یہ جانان خدا جان محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

بروز حشر لرزاں سب ہیں بجھا دے قہر کی آتش
بتائید شفاعت ہو مؤید محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

تو مسجود ملائک شکل آدم ہماں نور محمدؐ تو انجم
ہمو نور یہ بطحی و یثرب آمد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

یلک جہاں ہے اسپہ قبل تا وہ پیدا خاص محبوب جہاں
خدا خواہد رضا و مخلد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

بہر رنگ و بہر شکل و بہر گل اسکی نور کا جلوہ ہے یا نکل
ہویدا ہے یہ اسکا خال ور خد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

بسجدہ معظم گشتہ کعبہ بطوف او شرف گشتہ قبلہ
یہ بوسہ داد عز سنگ اسود محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

ہزاروں معجزے نادر دکھائے محمدؐ نے بہت مردے جلائے
یہ کسنے کر دئے ہیں شق ہیں سب محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

وہی ہے مالک ملک الٰہی حقیقت میں ہی ہے قبلہ گاہی
شفیع امت عاصی کی آمد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

کشیدہ برزخ مصحف چو گیسوں عشاق را ستر بہر
کدام آنکس کہ دارد مدوایں شد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

کہا جبریل کو مسجد میں اکدن بسیج نہ دو یا ہو ساکن
وہاں ہو واحد اور یا ہے احمد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

کہا جبریل نے آکر کاوا مجھے کیوں بیچ میں سے چھڑایا
سوائے ذات اقدس آنکہ باشد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

شریعت ہم طریقت ہم حقیقت حصول معرفت
بہر رنگے بہر شکلے کہ سرزد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

اگر طالب ہو تم قرب الٰہی ملی جنت میں تمکو بادشاہی
طریق احمدی کی ہو مفید محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

کہ جسنے ذات احمد کو نجانا نہیں قبلہ بیں میں اسکا ٹھکانا
بسا مومن کر دلیں یا محمدؐ محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

تمہاری عشق سے ستر الٰہی ہویدا مجھپہ ہو جلے گاہی
اگر ضامن ہو تم یا جد امجد محمدؐ ہے محمدؐ ہے محمدؐ

ردیف ذال معجمہ

لکھوں میں جگر سوز لا آئے کاغذ
عزیزو کوئی سنہرا منگائے کاغذ

ہر ایک حرف مری خط کا داد لفظ ہی
جدا جدا اسے قاصد سنائے کاغذ

جو تیری خط کی سنانے سی نامہ بر ہو سیج
کسی جلیے کو بلا کر پڑھائے کاغذ

غم فراق کو یارو جو کیجیے اپنے رقم
ہزاروں دفتر غم کے بنائے کاغذ

گناہ کی سیاہی ہی اعمال نامہ میرا ہی سیاہ
تو اپنے فضل سی یارب چھپائے کاغذ

ہوا ہی خط مری اشکوں سی تر بوقت رقم
دلا یہ دفتر غم ہی بہائے کاغذ

لکھا کی نقش کوئی بس کا بمشک و گلاب
صنم کو شیر و عسل میں پلائے کاغذ

لکھے وہ کون سی خط ہیں نہیں شکایت کے
ابھی منگا کے ہمیں وہ دکھائے کاغذ

کسی کی ہاتھ نہ آجائے راز دل ضامن
حریف بد کی نظر سے بچائے کاغذ

ردیف رائے مہملہ

یوں لشکر غم ہی دل پر رنج کے اوپر
چوں پیل و اسپ پیادہ ہو شطرنج کے اوپر

ہی عارض سیمیں پہ تری کاکل پر خم
یا بیٹھے ہیں دو مار سیہ گنج کے اوپر

یوں رخ پہ نمایاں ہی تری سبزہ و شالہ
گویا کہ مہر کی برگ ہیں نارنج کے اوپر

تعریف تری آوے نہ میزان بیان میں
مشکل ہی یہ مضمون سخن سنج کے اوپر

اس عمر عجائب ڈر نایاب کو ضامن
کیوں کھوئے دنیا کی ششش و پنج کے اوپر

نیم بسمل وہ گئی عاشق بیمار کو چھوڑ
شور محشر کیلئے غم میں گرفتار کو چھوڑ

ہمیں کونین سی مطلب نہیں کچھ تیرے سوا
بیٹھے کوچہ میں تری تسبیح و زنار کو چھوڑ

نیم جاں تڑپے ہی کشتہ ترا ای اہل ستم
ہاتھ سی اپنے نہ قاتل ابھی تلوار کو چھوڑ

دیکھ مخمور تری چشم سیہ مستاں کو
محتسب تیری گلی میں گئی دستار کو چھوڑ

وعدۂ وصل وفا کون سے دن ہوگا آخر
عمر گذری ہے مری اسی اس تکرار کو چھوڑ

کوئے جاناں تو ہے مجھے فردوس سے خوشتر
اب کہیں جاؤں نہیں کوچۂ دلدار کو چھوڑ

ہاتھ پاؤں ہے جدا سر بھی کسیکا ہے جدا
نیمجاں کرکے وہ قاتل گیا دو چار کو چھوڑ

تم بھی اب کھاؤ پلو جاؤ یہاں سے اڑ جاؤ
گل گیا باغ سے اے بلبلو اب خار کو چھوڑ

تیری الفت میں تو ضامن کو جہاں دی چھوڑ
تو نہ اہل وفا اپنے وفادار کو چھوڑ

کر شکر او اخفتہ خنجر تہ خنجر
آرام ملا کشتۂ خنجر تہ خنجر

چمکا کے ڈرا مت ہمیں شمشیر سے قاتل
ہم دیکھتے ہیں جوہر خنجر تہ خنجر

مدت میں گئی پیاس سے نوبت عدم کی
قسمت سے ملا بادۂ خنجر تہ خنجر

بے جرم ترے ابروئے خمدار نے مارا
گو ہمکو نہ تھا دعوی خنجر تہ خنجر

تھا جی میں کہ کچھ حال ستمگر سے کہو نہیں
اب کیجئے کیا شکوہ خنجر تہ خنجر

قاتل لب زخم سے ہم دیکھے دوائیں
لیتے ہیں ہم بوسۂ خنجر تہ خنجر

جسکو کہ مزا یار کے خنجر کا ملا ہے
جاتے ہوئے ہی شیوہ خنجر تہ خنجر

ہر روز جو مرجاتے ہیں اس یار پہ ضامن
کرتے ہیں وہی دعوی خنجر تہ خنجر

کیجئے نہ دلا شکوۂ خنجر تہ خنجر
تسلیم و رضا چاہئے خنجر تہ خنجر

طاقت نہیں بازو میں ہے یا کند ہوئی دھار
یا حلق مرا ہو گیا پتھر تہ خنجر

خوں ہو کے مرا دل صف مژگاں میں ہے ٹھیرا
اس دل کا ہوا اب تو ہے بستر تہ خنجر

ہر زخم یہ کہتا ہوں کہ رحمت ہے خدا کی
ہمسا ہے یہاں کون دلاور تہ خنجر

کیا لطف و مزا پاتے ہیں عاشق ترے قاتل
گردن جو کٹا لیتے ہیں اکثر تہ خنجر

بسمل کو تڑپنے نہیں دیتا ہے وہ قاتل
کیا کیا نہیں کرتا ہے ستمگر تہ خنجر

ڈرتا ہوں پگھل کرکے نہ بہجائے یہ آہن
ہے آتش الفت مرے اندر تہ خنجر

فرقت کی مصیبت سے چھڑا دے مجھے قاتل
ہو جائے ادا شکر ہے بہتر تہ خنجر

تڑپے ہے کوئی کوئی ہے بیتاب کوئی ہے
جانباز ہیں اکثر تری در پہ تہ خنجر

میں اُف نہیں کرتا ہوں کٹا لیتا ہوں سر کو
قاتل وہ مرا کون ہے ہمسر تہ خنجر

گر قتل کی ٹھہرے تو دکھا دو رخ زیبا
ضامن وہ پڑا تڑپے ہے کافر تہ خنجر

جو نظر آتا نہیں تھا اب ہی آیا نظر
چشم حق میں لعبتہ تو نے حق پایا نظر

آفتاب نور حق گو ہے عیاں پر ہے نہاں
اس رخ روشن کا ہمکو آ رہا سایہ نظر

پر حق مت دیکھا دے چشم حق بیں دیکھنا
ہمنے یہ کیا کس طرح سے تجھکو سمجھایا نظر

باغ دنیا میں کسی گل کا نہیں ہے کچھ قیام
جسکو دیکھا آ رہا ہمکو وہ کمھلایا نظر

خاک نے پایا وہ رتبہ خاکساری سے یہاں
فرش سے آتا ہے ضامن عرش کا پایہ نظر

ہمکو مقتل گاہ میں جاناں کی جانا ہے ضرور
تیغ سے اس دلربا کی سر کٹانا ہے ضرور

میں کیا کرتا ہوں سجدہ سنگ دل پر تری
کیونکہ یہ خانہ خدا کا آستانہ ہے ضرور

سبز رنگت پر تمہاری دل جو مائل ہوا
اب ہلاہل مجکو پینا زہر کھانا ہے ضرور

دل لئے جاتا ہے کھینچے کوئی جاناں کیطرف
جذبہ حسن بتاں اب ہمنے مانا ہے ضرور

جان دوں اور دل بھی دوں منت کروں
آج دلبر کو مجھے گھر اپنے لانا ہے ضرور

ذبح تم کرتے نہیں اور قید کر چھوڑا مجھے
کوئی دم کا اور اپنا آب و دانہ ہے ضرور

گم ہوا ہے گوہر دل کوئے جاناں میں اگر
چھانئے مٹی کو دل کی اسکو پانا ہے ضرور

ہمکو کیا مطلب کسی سے ہم ہیں پروانہ ترے
گو بری خلقت ہے اور الٹا زمانہ ہے ضرور

جان و دل اسلام و دیں سب تیری خاطر کھو چکا
ضامن مسکیں کو اب تو منہ لگانا ہے ضرور

ردیف زائے معجمہ

دخل ہووے نہ رقیبوں کا جہاں میں ہرگز
نام آ جائے نہ غیروں کا زباں پہ ہرگز

کل یوم ہو فی شان کی لیس ہے یہی شان
بے نشانی کا نہ رکھ نقطہ زباں پہ ہرگز

منزل بوئے گل تر پاس وہ رہتا ہے نہاں
وہم و گوری کا نہیں یار وہاں پر ہرگز

عاشق جلوۂ دیدار ہیں جو خاص خدا
دل لگاتے نہیں وہ حور جناں پر ہرگز

جو کہ ہیں تارک دنیا خاک نشیں ہیں
پاؤں رکھتے نہیں تخت شہاں پر ہرگز

ہو گیا سینہ مشبک ہدف تیر نگاہ
دیکھو رکھنا نہ ابھی تیر کماں پر ہرگز

صنعت خاص خدا ہے یہ طلسمات جہاں
عیب جوئی نکرو نازنیناں پہ ہرگز

واہ وا جذبۂ الفت پہ بنا وحشی
یعنی چھوڑا نہ کبھی ہمکو مکاں پر ہرگز

دولت حسن کمالات پہ فانی سب ہیں
تو غرور اتنا نہ کر عمر رواں پہ ہرگز

ضامن اسرار ولایت کا بیاں کیجئے کیا
وہ تو موقوف نہیں شرح و بیاں پر ہرگز

کیا سبب ہے کہ وہ آیا نہیں گلفام ہنوز
وعدہ کرتا ہے ولے ہر صبح و شام ہنوز

الفت یار میں جبتک نہو بدنام کوئی
عشق اسکا بخدا خام ہے بس خام ہنوز

مرغ دل بند کئے سیکڑوں صیادنی ہم
زلف پیچاں کا بچھا نہیں ہے دام ہنوز

کیوں گل لالہ مزار دل سوزاں پہ دھرے
کیا نہ خاک بھی دیتی نہیں آرام ہنوز

کرچو بیٹھا کہیں دعوی تری ہمچشمی کا
اسلئے سنگ سے کٹتا ہے یہ بادام ہنوز

دل پھٹا اور عناصر کا قلعہ ٹوٹ گیا
آہ دلبر نظر آیا نہ لب بام ہنوز

رات دن یار تری حسن کی سرکار سے خرچ
بھیک مانگے ہے مہ و خور کیلئے جام ہنوز

آجکل کے تری عاشق تو اڑائیں لذت
ای حسرت دل ضامن رہی ناکام ہنوز

گر ہے خیال ورنہ تو ہمراز رکھ پرہیز
ہمراز ہوں میں آپکا تو باز رکھ پرہیز

پرہیزگار آپ ہیں معلوم ہے ہمیں
اے شیوہ فریب نہ دم باز رکھ پرہیز

بے جرم قتل کر نہ کسی کو خدا سے ڈر
جور و ستم سے اور بت طناز رکھ پرہیز

مر گیے جلائیو آپ نے اے عیسیٰ زمان — کشتہ سی تو نہ صاحب اعجاز رکھ پرہیز

وعدہ کیا وفا نہ کیا شب گذر گئی — دم دیجے ہمکو اوست دمساز رکھ پرہیز

وہ بے وفا کسی کا ہوا آشنا نہیں — اس بیوفا سے اے دل ناساز رکھ پرہیز

اے اشک سرخ راز نہ ضامن کا فاش کر
اب برملا تو گریۂ اعجاز رکھ پرہیز

ردیف سین مہملہ

نہ جا تو یار کسی اور بوالہوس کے پاس — برنگ بلبل و گل بیٹھ خوش نفس کے پاس

مثال بوئے گل نزد کہاں گیا نہ ملا — ہماری پہلو سے دل چند روز بس کے پاس

ہمارے قرب سے پرہیز گلبدن ہے کیوں — کہ گل بھی رہتا ہے گلفام خار و خس کے پاس

پہونچے آہ و فغاں دلمیں بس ہے نالہ شوق — جرس بجی ہے دمادم یہ اک جرس کے پاس

نہ مل تو غیر سے اے ہم سے باہم مل — کسی نے دیکھا نہ پروانہ خوش مگس کے پاس

برنگ بلبل شیدا فدا ہوں اسیر ہیں — اگر وہ گل رخ زیبا جو بیٹھے بیکس کے پاس

ہمیں سے ضد ہے کہ صیاد نے کیا ہمیں گرفتار — قفس میں رکھنا نہیں صیاد قفس کے پاس

قفس پہ طائر جاں کا جو ٹوٹے جا بیٹھو — تمہارے گنبد پر نور کے کلس کے پاس

مراد ضامن مسکیں کی یا علی ملجائے
اب آکے پہونچی ہے فریاد دادرس کے پاس

تجکو ڈھونڈھا ہے یار سو سو کوس — ہو پیادہ سوار سو سو کوس

مثل عنقا کے وہ چھپا نہ ملا — ڈھونڈھ بیٹھے ہزار ہزار سو کوس

اس کے کوچہ سے نکلے تو نے صبا — میرا پہنچا غبار سو سو کوس

بوئے گل کی طرح نہاں ہم سے — ہے گریزاں وہ یار سو سو کوس

ہے یہ وادی عشق دیکھ کے چل — جابجا ہیں یہ خار سو سو کوس

چشم آہوئے صید افگن نے — اب نہ چھوڑا شکار سو سو کوس

گیا پہلو سے برق کے مانند
دل مرا بیقرار سو سو کوس

نہ بچا تیرے دام سے صیاد
مرغ دل ہوشیار سو سو کوس

کہہ چکا تھک گیا تو بیٹھ رہا
رب ارنی پکار سو سو کوس

ہمرکاب اسکے پیادہ پا نہ چلے
جو نظر جا سوار سو سو کوس

کل سفر پیش اور دمادم کوچ
سمجھے ہیں بیشمار سو سو کوس

ضامن اس کا پتا کہیں نہ ملا
ہم نے ڈھونڈھا وہ یار سو سو کوس

جو صید کش کو ہوئی دام و قفس کی ہوس
تو مرغ دل کو مرے ہے تمہاری بس کی ہوس

کسی کو ناقہ لیلےٰ کی ہے جرس کی ہوس
ہمیں ہے یار کے انداز خوش نفس کی ہوس

مثال عاشق پروانہ شمع رو پر جل
نہ بیچیا صفت طیر رکھہ مگس کی ہوس

ہمیں پاک تعشق جمال یار کا شوق
نجس کو ہوتی ہے دلدار سے نجس کی ہوس

یہ عشق پاک ہے صادق تو جاں دے پہلے
مقام عشق میں باطل ہے بوالہوس کی ہوس

بنی ولی تو یہ کہتے تھے ماحرفناک
نہ پوری دیکھی کسی کی بھی دسترس کی ہوس

تمہارے عاشق شیدا کو وہ جنون ہوا
ہوئی ہے چھتی کی اب اسکو خار و خس کی ہوس

ہو ہے تخت سلیماں خاک کا میرے
نہ ہمکو فیل کی خواہش کچھہ فرس کی ہوس

وہ شاہ حسن دکھاتا نہیں جمال کبھو
جو شوق لاکھ برس کا ہو سو برس کی ہوس

کلس ہے گنبد گردونپہ مہر و ماہ کا کیوں
تمہارے حجلۂ زیبا کی ہے کلس کی ہوس

کہاں ہے تخت سلیماں سکندر و دارا
مقام فانی ہے دنیا نہ کر عیش کی ہوس

ہمیں تو ایک فقط آپکی ہے یار غرض
نہ سو ہزار سے مطلب پانچ دس کی ہوس

تمہارے قدموں پہ ضامن کی جان نکلجائے
ہے یاد ناز کے آنکھوں سے ہمکو مس کی ہوس

گر مار تنک ہو دسترس اللہ بس باقی ہوس
کافی ہے بس ہے بوالہوس اللہ بس باقی ہوس

کچھ چل نہیں سکیگا بس ٹوٹیگا جب آہم نفس
یہ طائر جاں کا قفس اللہ بس باقی ہوس

تھا قیس لیلیٰ پر فدا آخر انا لیلیٰ کہا / اور تھی یہی بانگ جرس اللہ بس باقی ہوس

تخت سلیماں ہے کہاں فانی ہے یہ سارا جہاں / کیا مور کیا ماہی مگس اللہ بس باقی ہوس

اوّل فنا آخر فنا ہو کا ہے عمر بے بقا / جیتا رہیگا سو برس اللہ بس باقی ہوس

مت کر طلب غیر از خدا من ای غریب ال فنا / دنیا ہے بالکل خار و خس اللہ بس باقی ہوس

جز یاد حق کام آئے کیا سب چھوڑ جائیگا یہاں / نو ہزار اور یا پنچ دس اللہ بس باقی ہوس

کاہیکو پھر سیم و زر ہکا پھرے ہے در بدر / کر یاد حق ای خوش نفس اللہ بس باقی ہوس

محشر میں ہو کیوں بیکلی جبکہ کہ ہوں ضامن علی / مخدوم ہوں فریاد رس اللہ بس باقی ہوس

مت کر ہوس منکر ہوس اللہ بس باقی ہوس / اے بوالہوس ای بوالہوس اللہ بس باقی ہوس

کچھ چل نہیں سکنے کا بس ٹوٹیگا جب جانکا قفس / جانکا قفس جانکا قفس اللہ بس باقی ہوس

آخر وہی مرنا ہے بس جیتا رہیگا سو برس / گو سو برس گو سو برس اللہ بس باقی ہوس

لیلیٰ کجا مجنوں کجا آتی ہے یاں بانگ جرس / بانگ جرس بانگ جرس اللہ بس باقی ہوس

اس گلبدن بن گل چمن آنکھوں میں ہے سب خار و خس / سب خار و خس سب خار و خس اللہ بس باقی ہوس

یہ جیفہ دنیا ہے عبس کبتک گنیگا پانچ دس / کیا پانچ دس کیا پانچ دس اللہ بس باقی ہوس

کل شیٔ ہالک فانی ہے سب مور و مگس / مور و مگس مور و مگس اللہ بس باقی ہوس

ای طائر جاں در قفس فریاد مت کر صبر کر / ای در قفس ای در قفس اللہ بس باقی ہوس

مجنوں سا بن میں پھر ہاتھ چھوڑ دو دامن مرا / کیا خار و خس کیا خار و خس اللہ بس باقی ہوس

ای مونس غم ہمنفس تو بھی گریزاں ہو چلا / ای ہمنفس ای ہمنفس اللہ بس باقی ہوس

فریاد ہے تجسے مری ای دادرس صابر علی / ای دادرس ای دادرس اللہ بس باقی ہوس

بس کام آئیگا یہی کر یاد حق ای ہمنفس / ای ہمنفس ای ہمنفس اللہ بس باقی ہوس

ضامن علی ہیں دادرس مخدوم ہیں فریادرس / فریادرس فریادرس اللہ بس باقی ہوس

ردیف شین معجمہ

آتے ہیں تری عاشق شیدا کو غش پہ غش
مجنوں کی طرح کشتۂ لیلیٰ کو غش پہ غش

مت کھول فصد خون کی عوض میں آئیں گے
مجھ ناتوان والہ و شیدا کو غش پہ غش

کچھ بھی خبر ہے آج ستمگر کہ کیا ہوا
تیری گلی میں عاشق شیدا کو غش پہ غش

اس چیز طبیعت نے سکتہ بنایا
فرقت میں آئے حیرت افزا کو غش پہ غش

اپنی خودی مٹا کے تو ایسا ہو بے خبر
جسطرح آئے طالب مولا کو غش پہ غش

اے خواب فتنہ خیز وہ یوسف کدھر گیا
کھلتے ہی آنکھ آئے زلیخا کو غش پہ غش

کیونکر بچیگا عاشق جبار ہجر میں
ہر دم جب آئیں ضامن تنہا کو غش پہ غش

ردیف صاد مہملہ

رخِ تاباں دکھائے مخلص
میرے گھر میں تو آئے مخلص

دل کی حسرت نکال لو صاحب
تیغ براں لگائے مخلص

گالیاں دو نکال دو گھر سے
زہر فرقت پلائے مخلص

زخم پر زخم اور بھی تو لگا
خون میرا بہائے مخلص

اپنے ضامن کو جان کر مخلص
مخلصوں میں جتائے مخلص

آج محفل میں تری دیکھے ہیں وہ بشر خاص خاص
ماہ تاباں گرد تری ہیں اختر خاص خاص

عزم نور لامکاں تھا جو شب معراج میں
تھی غلامی میں محمدؐ کی پیمبر خاص خاص

عشق کی منزل میں یارو بوالہوس کا کام کیا
ذبح ہوتے ہیں وہاں اللہ اکبر خاص خاص

عام بھی ہیں عام ہیں مقبول میں خاصان حق
رتبۂ عالی کو پہونچے خاص اکثر خاص خاص

گو ہر مقصود کو پہونچے ہیں کب دنیا کے لوگ
عشق کے دریا میں ڈالیں اہل دل کا لنگر خاص خاص

آسمان لبری کا تو ہی خورشید کمال　　ہو نہیں سکتی کبھی تیری برابر خاص خاص

زندگی دنیوی ضامن مثال برق ہے
جادہ فانی پہ رکھیں پا بستر خاص خاص

ردیف ضاد معجمہ

ہمکو نہیں ہی کچھ بت عیار سے غرض　　رکھتے ہیں ہم تو مالک مختار سے غرض
ہمکو فقط غرض ہی تو اک یار سی غرض　　کچھ ایک ہی غرض ہے نہ دو چار سی غرض
تار نفس کا تار بندھا یار تیری ساتھ　　سبحہ سے ہمکو کام نہ زنار سی غرض
تا نکی رگا نہ زخم پہ مرہم لگا دیئے　　بسمل کو یار کے نہیں طومار سی غرض
بڑھ جائے عشق دوا ایسی دی طبیب　　رکھتا ہی یار بھی دل بیمار سے غرض

آب بقا سے کام نہ عیسیٰ خضر سے
ضامن کو یار ہے تری بیمار سی غرض

ردیف طائے معجمہ

جسکو سمجھو تھی صحیح ہم اسکو پایا اب غلط　　جز تسلی یار کی دیکھا نظر آیا غلط
دفتر موہوم ہستی کا سبق ہمپر کھلا　　خود غلط مضمون غلط انشا غلط املا غلط
پہلے ہم کب تھی کہاں ہوئیں گی پھر چند روز　　ہم خودی پنچ میں آ کر کھا گئی دھوکا غلط
جس نے دیکھا برملا روی جمال نازنین　　ہو گیا سودا مجازی زلف کا سارا غلط
ہیچ بتاوی مولوی کس ہم نے گھبرا مجھے　　عشق میں جو روکی سمجھا عشق ملّو کا غلط
آنکھ حق بیں کھولدی اور آنکھ خود بیں بند کر　　دیکھ تو کیا کیا صحیح ہی اور ہی کیا کیا غلط

مصحف روی جمال یار ضامن ہی صحیح
وحی ما زاغ البصر ہی اور سب جھگڑا غلط

ردیف ظائے معجمہ

کمند یار کی زلفوں سے ہو دلا محفوظ
بلائے آفت جاں سے رکھے محفوظ

صبا کھلائے چمن میں تو غنچۂ دل کو
خزاں کی صدمہ سے بلبل کا دل ہو محفوظ

جو اُس نے تیغ کو کھینچا تو سر جھکا اپنا
کہ مرگ ہجر کی آفت سے ہو گیا محفوظ

جو قتل گاہ میں آتے ہو کھینچ لو دامن
ہمارے خوں سے تو تیری رہے قبا محفوظ

ہزاروں شاہ نے آکر دیا ہے سر اپنا
تمہارے ذبح سے کیونکر رہے گلا محفوظ

نگاہ تیر سے بسمل بہت لئے مارے
سنا تمہارے سے کوئی نہیں سنا محفوظ

وہ آج تیغ دو ابرو سے کر رہا ہے قتل
بچارہ ہیگا کہاں تک تو اے دلا محفوظ

تمہارے کاکل مشکیں کو دیکھ کے زاہد
رہے نہ قید سے کوئی بھی پارسا محفوظ

بتوں کا عشق ہے ضامن وہ نا گہانی بلا
کہ انکے جور سے ہمکو رکھے خدا محفوظ

ردیف عین مہملہ

اہل وفا کو یار سے تکرار ہے منع
بسمل کو زیر تیغ کی گفتار ہے منع

زخمی تیغ عشق کو تسلیم چاہئے
اس مرض کی دوا دل بیمار ہے منع

مرتا ہوں جو آپ ہی فرقت میں یار کی
گردن پہ اسکی کھینچنی تلوار ہے منع

حور جناں کا عیش لذائذ نفوس کی
جز یار کے یہ طالب دیدار ہے منع

جسکو کہ ہو نہ شوق لقائے جمال دوست
تسبیح کیا ہے رشتہ زنار ہے منع

زانو درون پردۂ سودائے زلف یار
پردہ کی بات بر سر بازار ہے منع

کس طرح دیکھ لوں اسے جس جا نہو گذر
غرفہ بھی منع روزن دیوار ہے منع

نامہ میں کیا لکھوں میں کہو اس سے حالکیا
واں گفتگو تو قاصد طرار ہے منع

عالم کو تم نے قتل کیا تیغ ناز سے
پر قتل مجھ غریب کا خونخوار ہے منع

حاصل جواب ہو نہ کسی بات کا وہاں
اقرار بھی منع ہی تو انکار بھی منع

وحدت کے میکدہ میں نہ زاہد ہوا گداز
ضامن وہاں تو جبہ و دستار ہی منع

ردیف غین معجمہ

کافی ہیں بہر پوشش تن قیس کے داغ
رکھتا ہوں پر بشکل ماہ و ریا قبائی داغ

چھاتی ہی کیوں نہ عشق میں کھو لگائی داغ
ہی داغ دل کیواسطے دل ہی برائی داغ

ہر چند ہمنے غم کے جو اپنے چھپائی داغ
چھپتے ہیں کب چھپائے سی جو ہمنے کھائی داغ

دیکھی جو میری سینہ پہ داغ کی بہار
بلبل نے تکے آنکھوں سی میرے لگائی داغ

میں سوز غم سی جاتا ہوں خورشید کیطرح
رکھتا ہوں پر سینہ میں دل سوز بجائے داغ

سو بار ہمکو ڈالا ہے نار جحیم میں
فرقت کا پر خدا نہ کسی کو دکھلائی داغ

عریانی میں جنوں کا نہیں ہی ہمیں خیال
پہناتی ہی جنوں نے ہمیں بھی قبائے داغ

دکھلایا میں جو تن گل خوردہ باغ میں
طاؤس نے بھی شرم سی اپنے چھپائی داغ

چھلا دیا عدو کو نشانی کا شوق نے
کیا کیا نہ ہمنے رشک سی ہیں لیے کھائے داغ

لالہ کی طرح داغ ازل دلمیں لائی ہیں
کیا صانع قضا نے یہ میری بنا کے داغ

لالہ میں ایک داغ مری دلمیں داغ سو
زخم الم ہیں سینہ میں میری سوائے داغ

کرتا ہی اپنا چاک گریباں جو گل مدام
شاید کسی کی عشق میں سینے بھی کھائے داغ

روشن چراغ قبر میں سینہ پہ ہے مرے
ضامن فراق یار میں تمنے جو کھائے داغ

ملتا نہیں ہی یار کو کچھ یار کا سراغ
ڈھونڈھا جہاں نہیں پایا نہ دلدار کا سراغ

ایک تھا رفیق پہلو میں وہ بھی گیا ہی چھوٹ
ہمکو ملا نہ کچھ دل بیمار کا سراغ

کچھ کام ایسا کیجیے جس سی ملے کہ وہ
ہمکو بتا دو دوستو اس کار کا سراغ

مشکل تو یہ ہی جبکہ وہ ملتا ہی نازنین
ملتا نہیں ہی طالب دیدار کا سراغ

گم گشتگانِ وادیِ حیرت کو ڈھونڈھ مت
ہاتھ آئیگا نہ صاحبِ اسرار کا سراغ

ڈھونڈھا اسی تو آپکو جب ہمنے پا لیا
ہاتھ آگیا ہمیں تو یہ بیکار کا سراغ

دل میں مقامِ یار جوں بوئی برگ گل
ضامن ملا ہے ہمکو یہ اب یار کا سراغ

ردیف فا

خدا نے بخشتے ہیں وہ تیری ذات میں وصاف
نظیر تیرا نہیں ہے زمین سے قاف

یہ ہمنے مانا کہ یوسف ہی خوبصورت ہے
مگر زلیخا اُسے دیکھکر کرے انصاف

وہ شمع طور کے جلنے کو کرتا ہے ظاہر
تیرا ہی جعد میں اسکے وہ نقرئی موباف

محبت ہو گئی ہے ہمکو اس پری رو سے
پڑیگی دیکھنی ہمکو بھی اب مین صاف

جفا و جور و ستم جتنے چاہو اب کرلے
خدا کے سامنے ہوگا میرا تیرا انصاف

کسی جگہ بھی نہیں ہوتا ایلچی کو زوال
ملے سزا مجھے قاصد کا ہو قصور معاف

روا نہیں کسی مذہب میں کرنا حق تلفی
پسند خاطر ایزد ہے عدل و انصاف

یہ چار دن کی ہے فصل بہار گلشن میں
فروغ حسن پہ ای گل نہ کر تو اتنا لاف

اسیکو خانۂ کعبہ کہیں گے ای ضامن
جو دل ہے کدورت سے مثل آئینہ صاف

ردیف قاف

بہت جہان میں ڈھونڈھا نپایا یار رفیق
سوا خدا کے نہیں وقت پڑے کوئی شفیق

خیال چشم بتاں میں میں رہتا ہوں سرشار
کہ جیسے مست کوئی ہو گئے ہو پیکے جام رحیق

ہر ایک موج کو کہتے ہیں اسکی موج فنا
سنا ہے عشق کا دریا بہت بڑا ہے عمیق

مقام عشق میں شاہ و گدا برابر ہیں
یہ بات عشق زلیخا سے ہو گئی تصدیق

یہ کار خیر ہے جلدی ضرور ہے اسمیں
ہمارے قتل میں کرتے ہو کسلئے تعویق

ہوا خجل دُرِ دنداں سی تیرے دُرِ یتیم
لبوں کے آگے ہی شرمندہ تیری رنگ عقیق

عدو سی ہو گیا بے شبہہ ہمکو وصل نصیب
تری تبسم بیجا سے ہو گیا تحقیق

مرا تو ہادی ہی مولا ہے احمد مختار
دو کون میں نہیں جز اسکی کوئی اپنا رفیق

ہماری کشتی کا ہی ناخدا خدا ضامن
ازل سی قلزم رحمت ہیں ہم ہوئے ہیں غریق

ردیف کاف

بشر یہ کیا کری اوصاف حبیب لولاک
ہوا اسکی مدح میں سرگرم خود خدائے پاک

نظیر اسکا بنانا نہ حق کو تھا منظور
مرا سایہ سی تھا اس سبب سے جسم پاک

ہر اک قدم پہ بپا ہوئے فتنۂ محشر
خرام ناز رکھائے جو وہ بت چالاک

جہاں میں دیکھیئے کس کس کا خون ہوتا ہے
پہن کے بیٹھا ہی وہ سرخ آج پھر پوشاک

سوائی خون جگر ہمکو کچھ نہیں بھاتا
میں غم کا طعمہ ازل سی ہوں غم ہی میرے خوراک

وہ اپنی علم کا عالم ہے خود خدا و رسول
دیا ہی حق نے انہیں جتنا اتنا ہی ادراک

ظہور نور محمد ہوا زمین ہے
اسی سبب سے فزوں عرش سی ہی رتبہ خاک

وہ یاد کرتے ہیں جب ہچکیاں خبر دیتی ہیں
بٹھا رکھی ہی یہ سینے میں ہمنے اپنے ڈاک

چمن میں بیدہ مخمور کے تصور میں
ہماری تاک لگی رہتی ہی بجانب تاک

کرونگا نذر میں حضرت کی خلد میں جاکر
میں شاخ طوبی سی لایا بنا کے ہوں مسواک

خدا قبول کرے یہ دعای ضامن علی
کہ ہوں جہاں سی غارت وہابی ناپاک

ردیف لام

محشر نما ہے آج کسی دل جلے کا دل
کیسا دکھائیگا یہ مزا باولے کا دل

پہنچا ہی جوش گریہ سی مژگاں وار یہ
منصور کیطرح سے انا الحق کہیگا دل

قندیل کعبہ لیگیا بت خانہ میں صنم — پہلو سے چھین کرکے مرا دل جلے کا دل

پامال کرکے یار کف پائے نانسے — رنگ حنا ہوا ہے یہ پیروں ملیگا دل

کس طرح چھوڑدوں میں عزیز صنم کا عشق — قابو میں اب ہا ہی نہیں دل جلیگا دل

تاج الملوک آج ہوا ہے یہ اہل زار — ہے عاشقو یہ یار کے پاژن ملیگا دل

دل چھوڑتا نہیں مجھے لیجائے ہے ادھر — اب ہوگیا یہ یار ہمارے گلے کا دل

دلمیں جو آئے یار کی دلداریاں کرے — عزت طلب ہے ناز طلب ٹھلے کا دل

خوشبو کا فرش باد صبا نے بچھادیا — کھاتا پھرا ہے ٹھوکریں اس ٹلو کا دل

شمع کی طرح جل ہی گیا داغ کچھ کہا — پیدا کیا ہے ہمنے یہ کس حوصلے کا دل

خنداں ہے گاہ گریہ گریزاں ہے برق سا — ضامن دیا خدا نے تجھے چوجلے کا دل

نہیں دل رہا ہے بچانے کے قابل — نگہ تیر کا ہوں نشانے کے قابل

مرا سر ہے قاتل کٹانے کے قابل — تری تیغ ہے آزمانے کے قابل

اگر کوئی سر ہے کٹانے کے قابل — وہی اس گلی میں ہے آنے کے قابل

ہنسایا کسی کو دیا ہم کو گریہ — فقط ایک میں تھا رلانے کے قابل

شہید ستم کو نہ پانی سے دو غسل — یہ لاشہ ہے خوں سے نہانے کے قابل

مہ عید قرباں دکھائے ہے ہم کو — گلے سے ہے خنجر لگانے کے قابل

میں نقش کف پائے جاناں ہوا ہوں غم — نہیں ہے یہ نقشہ مٹانے کے قابل

مزا عشق اور جور تیرا ستمگر — یہ نادر ہیں دونوں فسانے کے قابل

میں وہ ناتواں ہوں میرا دم ہے آندھی — ہوا باد غم کے اڑانے کے قابل

ہوا مار گیسو یہ عاشق میرا دل — یہ سانپوں سے ہے لب کٹانے کے قابل

ہوا ہوں کسی گل کی الفت میں بلبل — مری قبر ہے گل چڑھانے کے قابل

اگر ہو ہلاہل تو پی جاؤں اسکو — نہیں زہر فرقت کا کھانے کے قابل

نژادم نہ تھا باد لیلے سے خالی — یہ مجنوں جرس ہے بجانے کے قابل

نہ ہو عشق اگر شعر خوانی ہی باطل
نہیں ہی یہ قوال گانیکے قابل
جفا ہو نہ طوفان گریہ سے میرے
یہ دریای خوں ہی بہانیکے قابل

قدردان عاشق ہی دلجوی ضامن
یہ معشوق ہی دل لگانیکے قابل

ردیف میم

ضبط سی آہ کی جوں شمع یہ چلی جائیگا دم
آہ گر کیجیے تو صاف نکلجائے گا دم
ایکدم میں تری خیمہ کو جلا دونگا فلک
آہ سوزاں تیسے اگر کوئی نکلجائیگا دم
مجکو بیکل نکریں آپ بچائیں گل کو
ہم کا اب آچکے ایجاں کہ کل جائیگا دم
منتظر ہو ہیں کسی کا مری آنکھوں میں ہے دم
اسکو یا تنک کوئی لاوے تو سنبھل جائیگا دم
ذبح کرتا نہیں کیوں صید کو اپنی قاتل
کیا تری تیغ کا ای یار بدل جائیگا دم
راہ پیمائے عدم ہی یہ مرا دم ہمدم
اسکے آنے کی سنونگا تو مچل جائیگا دم

دم میں آیا ہی تجھی جیسے دم ای ضامن
جان و دل دیجیے جب آپکا چلجائیگا دم

تیری بن دیکھے قسم ہی یار مرجائینگے ہم
سر کو اپنے در سے تیرے مار مرجائینگے ہم
عاشق بیدل کی خوں سے فائدہ کیا ہی تجھے
آپ ہی مرتے ہیں مت مار مرجائینگے ہم
فرقت دلدار میں ہی تلخ اپنی زندگی
اپنے جینے سے ہوے بیزار مرجائیں گے ہم
تو مسیحائی پہ اپنی ایک بار آئے اگر
سرخی لب پر تری سو بار مرجائینگے ہم
تو نچھوڑیگا ہمیں بن قتل و اہل جفا
پھر بنام خدا تلوار مرجائیں گے ہم
ہم کو مارا ہی محبت نے کسی گلفام کی
مثل بلبل بر سر گلزار مرجائیں گے ہم
وہ بت کافر ہوا کیا ہم ہم کافر ہوے
تار گیسو کے پہن زنار مرجائیں گے ہم
مرنیکو مدت سے سنتی ہیں عزیز و ہم و لی
اس تمنا میں ابھی غمخوار مرجائینگے ہم
آجکل پر چھوڑو ضد کرتا ہی ضامن سے شوخ
ایکدن یوں ہی مگر ناچار مرجائینگے ہم

تیری فرقت میں اذیت حنوذ کام
کام اپنا ہوا تمام تمام

بت پرست آپ اور ہمارا نام
حضرت دل تمہیں سلام سلام

تو زباں اپنی یار تھام نہ تھام
ہم سے جائیں گے ترے دشنام

کیا تازہ ہے بوئے گل سے دماغ
ہے آباد باغ حسن مدام

لیکے دل اس پری نژاد نے یوں
وحشیوں میں کیا مجھے بدنام

ہم نے بھٹیری بت پرستی کی
نہ ہوا رام پردہ دل آرام

کربلا کوئے یار ہے ضامن
اور بلا اس کی ابروئے صمصام

دم باز تھا جو ہمکو وہ دم دے گیا صنم
آرام لیگیا ہمیں غم دے گیا صنم

امید وصل تھی ہمیں فرقت ہوئی نصیب
عیوض میں وصل کے ہمیں دم دیگیا صنم

آہ و فغاں و نالہ و فریاد بے کلی
سوز و گداز و شور بہم دے گیا صنم

خون جگر غذا ہے طلبگار مرگ ہوں
جاں کو ہماری ہائے ستم دیگیا صنم

جو جیں ہیں غم کی آہ کی نو پوں کی خبر ہے
درد جگر کے ہمکو الم دے گیا صنم

فرقت نے یار کی ہمیں وحشی بنا دیا
آہو کی مثل دشت میں رم دیگیا صنم

ہم راز دل زباں پہ نہ لائیں گے دوستو
ضامن گر اپنے سر کی قسم دے گیا صنم

ردیف نون

بہا خون میرا جو سارا چمن میں
کھلا لالہ و گل ہزارا چمن میں

نہیں تیرا بلبل گذارا چمن میں
یہ صبا نے آ پکارا چمن میں

تری مثل گلرو کہاں کوئی گل ہے
ذرا کر گلوں کا نظارہ چمن میں

جو ہنستے ہو کھل کھل کے پھولو تم اتنا
خزاں کی خبر ہے دوبارا چمن میں

گلو نے جو پھاڑا ہے حسرت سے داماں
کہیں آج دلبر سدھارا چمن میں

چڑھا پھول تربت پہ عاشق کی بلبل
کسی نے اسے جا کے مارا چمن میں

وہ رشک قمر سیر کرنے کو آیا
صبا نے گلوں کو سنوارا چمن میں

چھپا کون سے گل میں ہے رنگ و بو اب
خدا کے لئے کر اشارا چمن میں

خفا ہم سے بلبل گل و باغباں ہے
نہیں کوئی اپنا سہارا چمن میں

لگے آگ جل جائے گلشن عزیزو
کیا اس نے ہم سے کنارا چمن میں

صبا غنچہ و گل سبھی منتظر ہیں
ذرا ہو جیے جلوہ آرا چمن میں

نہ بستی میں یار و نہ صحرا میں رہبر
نہیں کوئی مونس ہمارا چمن میں

نہ ضامن کو الفت ہے سیر چمن سے
نہ بنجہ بن ہے ہمکو گوارا چمن میں

ڈھونڈا اسی جہاں میں اب تک ملا نہیں
ارض و سما میں یار کا ملتا پتا نہیں

کوچہ تمہارا فرض کیا کربلا نہیں
پر قتل گاہ دہلی سے کم بھی ذرا نہیں

مجھ سے زیادہ تجھ پہ کوئی مبتلا نہیں
گر مبتلا بھی ہے تو یہ اسیر بلا نہیں

جل کر کے خاک بھی نہوا اور بجھ نہ بجھا
جسطرح میں جلا کوئی ایسا جلا نہیں

بلبل بھی مر گئی غم و باغ و بہار میں
شاید کہ اس چمن میں کوئی گل کھلا نہیں

جو کچھ کہ مجھ پہ گذرا وہ قابل بیاں نہیں
راز درون پردہ کسی نے کہا نہیں

دل میں یہی ہے ٹھہری کہ مر جائیے ابھی
پر کیا کروں کہ آئی یہاں تک قضا نہیں

گردن پہ آپکی تو مرا خون ہو چکا
بے جرم قتل مجکو کیا تم نے کیا نہیں

مت رکھ خیال زلف سیہ گنی کا دل
افعی کو آستیں میں کوئی پالتا نہیں

شاید ہمارے خون کی مہندی لگا گئے
دست حنا پہ آپ کے رنگ حنا نہیں

ضامن ادھر سے چلنے کی تدبیر کیجیے
بن وصل یار جینے کا اپنا مزا نہیں

عاشق کسی پری کے تہ ہم دلربا کے ہیں
ہمکو قسم خدا کی ہے طالب خدا کے ہیں

نکلے کھلے جو آپ کی جیب قبا کے ہیں
رشک قمر ظہو یہ نور خدا کے ہیں

پھندے میں آ پھنسے کسی کافر بلا کے ہیں
جب سے کہ قید یار کی زلف دوتا کے ہیں

شمشیر کھینچ کر نہ مرا خون کیجیے
ہم تو شہید آپکی رنگ حنا کے ہیں

ہم خاکسار ہیں ہمیں نام ونشان سے کیا
آخر گئے وہ خاک میں ہمکو بلا کے ہیں

اتنا جو وہ ظلم نہ کر مجھ فقیر پر
بندے خدا کے ہم بھی تو بندے خدا کے ہیں

ہم نے بجا کہا جو کہا تم نے جا بجا
بدنام کر چکے ہمیں نوبت بجا کے ہیں

آہ و فغاں ہے نالہ و فریاد بلبلو
یہ گل کھلائے باغ میں باد صبا کے ہیں

قربان تیری جنبش لب پر ہوں لاکھ بار
مردے جلائے یار نے بگالی سنا کے ہیں

ہمکو چھڑا دیا غم فرقت سے ایک بار
احسان مند ہم تری تیغ جفا کے ہیں

سجدہ اُسی ہی کرتے ہیں وجد سماع میں ہم
نغمے ہماری کان میں قوالوں کے ہیں

مدت سے ہوش میں نہیں آیا مریض عشق
کہدو کوئی کہ یار کو لائے بلا کے ہیں

عاشق کو کام کیا ہے شراب و کباب سے
ہم کھانیوالے خون جگر کی غذا کے ہیں

عیسے کا حشر تک نہیں احسان اُٹھائینگے
مقتول ہم تو یار کی ناز و ادا کے ہیں

دنیا تو بود و باش تو ضامن ہوا پہ ہے
دیکھا جو غور کرکے یہ پتلے ہوا کے ہیں

اے شمع وہ ہی اپنا سینہ کباب تجھ بن
اور بحر زندگی ہی مثل حباب تجھ بن

گل گل بگڑ رہی ہے بیکل کیا ہے ایسا
کچھ دم نہ مارتے ہیں چنگ و رباب تجھ بن

آہ و فغاں ہے حیرت بیٹھی ہیں غم کے مارے
سب بند ہوگئی ہیں فرقت کی باب تجھ بن

دود چراغ کشتہ الفت میں آ چکی ہوں
اور زندگی ہے اپنی مثل حباب تجھ بن

شعلہ بنا دیا ہے اور آتش محبت
جوں برق جا بجا ہوں لب لباب تجھ بن

شیرازہ محبت اور عقل کی کتابیں
سب منتشر ہیں پیاری یہ فصل باب تجھ بن

حاصل ہوا نہ ضامن جز یاس اے حسرت
برباد کر دیا ہے اپنا شباب تجھ بن

پیتے نہیں ہیں ساقی ہمتو شراب تجھ بن
اور جام و مے صراحی سب ہیں حجاب تجھ بن

گنتا ہوں شب کو تارے ای ماہتاب تجھ بن
تاریک سب جہاں ہیں ای آفتاب تجھ بن
ہیں سرخ اشک اپنے ساقی شراب تجھ بن
جل جل کے دل ہوا ہی بیر کباب تجھ بن
آہوں کا ابر پہونچا زیر فلک ستمگر
حیب سی کہ نور تیرا آنکھوں میں آسمایا
آنکھوں میں دم ہی ٹھہرا ہی آ مل مری مسیحا
ورنہ نکل ہی جائیگا یہ دم شتاب تجھ بن
تیری قسم ہی پیارے فرقت میں گئی ہم
فرقت نے اس پری کی بیتاب تجھ بن
پہلو سی میرے دلبر جیسے کہ اٹھ گیا ہے
آتا نہیں ہی پیارے بستر پہ خواب تجھ بن
بالین پہ گل ہمارے ہیں نوک خار نشتر
اور غش ہی ہمکو لایا عطر و گلاب تجھ بن
قابل بیاں نہیں ہی حال خراب اپنا
ضامن پہ جو کہ گذرا رنج و عذاب تجھ بن

کسطرح دیکھوں اوسکو نظر آتا نہیں
کیوں رخ وشن کو اپنے یار دکھلاتا نہیں
وہ چھپا پری میں ایسا ہی کہ وہ پاتا نہیں
فتنہ گر اپنا پتا وہ ہمکو بتلاتا نہیں
تو خودی اپنی سی جبتک آپ اٹھ جاتا نہیں
راز مخفی کو کبھی واللہ تو پاتا نہیں
ہی وہ نظر وں میں مری لیکن نظر آتا نہیں
مثل بو گل ہی نہاں صاف کھلاتا نہیں
کوہ بن میں جسکو ڈھونڈھے ہی وہ تیرے پاس ہے
سخن اقرب کا سخن کیا یار فرماتا نہیں
کسکو بھیجوں کون لادیوے خبر دلکی مجھے
اے صبا تیرے سوا اوں تک کوئی جاتا نہیں
قہقہہ دیوار ہی اسکی گلی یا ہے عدم
سئے جاناں میں تو جاکے پھر کوئی آتا نہیں
کشتۂ تیغ جفا کے لاشۂ مظلوم کو
اشک خونی کے سوا کوئی تو نہلاتا نہیں
جلگیا محفل میں لیکن شمع ساخاموش ہوں
برق کی مانند مضطر ہو کر جلاتا نہیں
بے سبب خفگی نہیں تجھ دشمنوں نے کہدیا
آپ بھی آتا نہیں اور ہمکو بلواتا نہیں

جاں بلب ضامن ہی اور اے بت سنگین دل
ہائے قسمت وہ ستمگر رحم فرماتا نہیں

حسن جمال یار تو کیا جا بجا نہیں
پر کیا کروں کہ آنکھ حق نما نہیں
دریائے غم سے پار میں ہوجاؤں کسطرح
طوفاں میں ہی جہاز مگر ناخدا نہیں
فردوس ہی بہشت ہی عرش بریں ہی یہ
آیا جو کوئی یار میں پھر کر گیا نہیں

دشنام دیجے مرتے جلاتے ہیں یار نے
عیسیٰ کی لب میں دیکھا تو ایسی شفا نہیں

جاؤں کدھر میں تیری سوا چھوڑ کر تجھے
تجھ سا جہاں میں یار کوئی دوسرا نہیں

عاشق اگرچہ مخزن رنج و بلا ہی پہ
مانند بحر کے کوئی رنج و بلا نہیں

دعویٰ تو کر رہا ہے خدائی کا وہ صنم
لیکن یہ شکر ہے کہ وہ کافر خدا نہیں

ملجائینگے مزار میں مجنوں کے استخواں
زنجیر میری پانو کی وحشت بلا نہیں

باد خزاں نے یار کی برباد کر دیا
غنچہ بہار ہے دل کا جو اب تک کھلا نہیں

پیاسا بجھانے کوئی پلادی سبیل ہے
ہے میکدہ پہ پیر مغاں کربلا نہیں

دامن ہے میری ہاتھ میں مخدوم پاک کا
ضامن کو خوف دونوں جہانمیں ذرا نہیں

چشم گریاں سینہ بریاں سیکڑوں
ہیں تری کوچہ میں جانا سیکڑوں

اے صبا کر کے پریشاں زلف یار
کر دیے ہیں دل پریشاں سیکڑوں

اے جنوں ہاتھوں سے تیری عشق نے
پھاڑ ڈالے ہیں گریباں سیکڑوں

بستۂ زنجیر گیسوئے دوتا
ہے صنم گبر و مسلماں سیکڑوں

جستجوئے یار میں ہیں ناتواں
گاہ افتاں گاہ خیزاں سیکڑوں

عشق نے تو کر دیئے ظاہر عیاں
میرے دل کے راز پنہاں سیکڑوں

اے ستمگر تری بیرحمی سے ہائے
جابجا پھرتے ہیں نالاں سیکڑوں

کس طرح جاؤں عزیزو اسکے گھر
ہیں کھڑے ہر در پہ درباں سیکڑوں

کوئی خنداں کوئی گریاں در سے
ہیں بہت حیراں پریشاں سیکڑوں

کچھ نہ پوچھا کیا ہوا اے سنگدل
ہو گئے جو تجھ پہ قرباں سیکڑوں

نافہ میلے نہیں ملتا ہے قیس
چھان ڈالے ہیں بیاباں سیکڑوں

تیری شیدا کو نہیں پروائے خلد
گو وہاں ہوں حور و غلماں سیکڑوں

جس کے ہوں ہر کام میں ضامن علیؓ
مشکلیں ہوں اس کی آساں سیکڑوں

لامکاں میں مکان رکھتے ہیں — بے نشاں کا نشان رکھتے ہیں
بود و نابود سے نہیں کچھ کام — اس سے آگے دھیان رکھتے ہیں
جب عدم سے وجود میں آئے — کل یوم کی شان رکھتے ہیں
ذات واجب کو کردیا ممکن — عشق تجھپر گمان رکھتے ہیں
راز ہو ہو ہے نغمۂ قدوس — صورت سرمد پہ کان رکھتے ہیں
جان اپنی تو ہے فقط بیجان — اپنے جاناں کی جان رکھتے ہیں

کیا فنا نے مزا دیا ضامن
کہ بقا سے ہم آن رکھتے ہیں۔

گو ہزار یارب نداں ہیں ہاں یار میں — سرخی لعل بدخشاں ہے زبان یار میں
ابروی خمدار اسکے اور مژگان سناں — دستۂ تیر قضا دیکھا کمان یار میں
آنیکی اسکے خبر تھی آن سے آیا وہ یار — آن نکلی ہے عجائب آج آن یار میں
کل تو زانو پہ سر تھا آج یہ رتبہ ملا — ٹھوکریں کھاتا پھرے ہے آستان یار میں
روزن دیوار سے شاید وہ آ جھانکے مجھے — تاکتے ہیں اسلیئے ہم تا بران یار میں
سب گلوں کا ہے معطر ہوئی گلشن سے دماغ — کیا نسیم آئی گذر تو بوستان یار میں

ڈھونڈھتی ہستی کو ہم ہیں کچھ نشاں ملتا نہیں
ہم مکاں رہتے ہیں ضامن لامکان یار میں

میں نہیں جلوہ نما آپ ہی پیارا مجھ میں — نقش فی الغسکم احسنی سنوارا مجھ میں
فرقت یار کا یارا و نہیں یارا مجھ میں — عشق نے شور مچایا ہے دوبارا مجھ میں
یار کو ڈھونڈھا تو پھر آپ میں پایا ہمسی — نحن اقرب کا وہ کرتا ہے اشارہ مجھ میں
کوزہ گر لیکے بنا خاک کا تو جام الست — شوق نے گوندھ لیا عشق کا گارا مجھ میں
نام سے غیر کے غیرت ہے تو آمل پیارے — ہجر کا تیری نہیں اب تو سہارا مجھ میں
راز مخفی کیا الناس میں ظاہر اس نے — چارہ گر آپ ہی ڈھونڈھو د چارا اسمیں
ظاہرا قطرہ ہوں معنی میں ہوں دریا قلزم — بحر عرفاں کا ہے گم گشتہ کنارہ مجھ میں

راز میں آنکھ کھلی آپکو دیکھا جامع
عرش سے فرش تلک جملہ ہے سارا مجھہ میں

شمس اسرار حقیقت کا ہوا جبکہ طلوع
چھپ گیا ہستی موہوم کا تارا مجھہ میں

ہے کہاں دار کہاں ہے وہ حسین علاج
آپ ہی یارا نا الحق ہے پکارا مجھہ میں

اسلئے غیب سے آیا ہے شہادت میں وہ گل
یعنی جلوہ کا کرے اپنے نظارا مجھہ میں

منزل عشق میں لازم ہے رضا و تسلیم
زکریا مجھہ میں اور پھرتا ہے آرا مجھہ میں

عاشق زار میں پیا ہوں میں ڈھونڈ ہو کسکو
میں ہوں پیاسی میں نمودار ہے پیارا مجھہ میں

عشق آئینہ ہے اسرار تجلی ہمہ جا
دیکھ لو اب جلوہ نما آپ ہے پیارا مجھہ میں

ملک دل تو نے جو ضامن کا لیا اے شہ عشق
آپکا گھر ہے میاں رہے خدارا مجھہ میں

میں نہیں یار فقط خیالی فتنہ گر کی ایڑیاں
خون عاشق میں کف پا اور تر کی ایڑیاں

وقت ذبح گر رکھو وہ سر منہ پر پائے ناز
چوم لوں میں اس بہانے سیمبر کی ایڑیاں

محفل جاناں میں جانا چاہئے اے دل مجھے
کرکے پیشانی کے اور سر کی ایڑیاں

اپنی آنکھوں سے بناؤں زیر پائے پائے ناز
برگ گل کے پانوں ہوں اور رہوں گہر کی ایڑیاں

کچھ جواب خط نہ آیا اور پیغام زبان
چلتے چلتے گھس گئی ہیں نامہ بر کی ایڑیاں

ہے وہ پودہ حسن کی گلشن کا سر سے پاؤں تک
چشم نرگس یار نرگس ناز بر کی ایڑیاں

اپنی آنکھوں پر رکھوں اور سر پر لوں اپنے اٹھا
غنچۂ گل سے ہے نازک سیمبر کی ایڑیاں

چل ہیا لنسو ایڑ کو بولا کہ کیا منہ ہے ترا
چوم لی تو ہم سے اب شک قمر کی ایڑیاں

قرۃ العینین حاصل جب ہوا ہے ضامن علی
اپنی آنکھوں پر رکھوں خیر البشر کی ایڑیاں

گذری ہیں سو برس مجھے ہیں یار رات دن
تڑپے ہے لوٹے ہے یہ دل زار رات دن

ممکن نہیں ہیں جو ہے تجھری کوئی بچے
قاتل علم ہے آپ کی تلوار رات دن

عالم شباب کا مرا سارا گذر گیا
امید وصل میں تری عیار رہا رات دن

مجنوں کو خلق نے تو اب الیسا بھلا دیا
میرا ہی ہر گلی میں ہے تکرار رات دن

رخ مطلع الصبح ہے شب تار زلف ہے
گویا بہم ہیں یارو یہ دو یار راندن

دیکھا جو دلربا نے مجھے آپ مبتلا
سنگین دلی سے کرتا ہے سنگسار راندن

ہر دو جہاں سے رشتۂ الفت کو توڑ کر
زلفوں کا ہو گیا ہوں گرفتار راندن

دار الشفای یار میں جا کر کوئی کہے
آہ و فغاں میں ہے ترا بیمار راندن

گو رعام خاص طالب جور و قصور ہیں
ضامن حضور کا ہے طلبگار راندن

طوطی نغمہ سرا شیریں دہن گلرخ من
بلبل باغ ارم سرو سمن گلرخ من

رشک یاقوت ہیں لب حسرت گوہر دندان
آب حیواں ہے سخن میم دہن گلرخ من

مثل نے پر ہے گلو نغمہ داؤدی سے
شکر آمیز سخن شور فگن گلرخ من

رقص طاؤس چمن کبک روش عیسیٰ دم
پائی کو یاں چو غزالاں ختن گلرخ من

دیکھتے ہی تجھے اے تماشائے جہان
ہو گئے سبکے دہن تشنہ لب گلرخ من

گلرخ و سرو قد و نرگس چشم جادو
زلف سنبل ہے و یا مشک ختن گلرخ من

مر گیا عاشق جانباز یہ ہے شرط وفا
آ کے پہنا ئیے ہاتھوں سے کفن گلرخ من

آج ضامن کو سنا دے وہ صدائے طوطی
جسکے قرباں ہیں سب غنچہ چمن گل رخ من

ہمنے بحر عشق میں ہر چند مارے ہاتھ پاؤں
کب ہو موج سلاسل سے کنارے ہاتھ پاؤں

قید میں مجنوں نے تیری خوب مارے ہاتھ پاؤں
چھٹ نہیں سکتے سلاسل سے بچارے ہاتھ پاؤں

کھینچ سکتا ہے مانی تیری دست و پا کی شکل
مانی قدرت نے تیری یہ سنوارے ہاتھ پاؤں

ذبح کر کے مجکو قاتل نے کہا خوش ہو کے یوں
اب تو ٹھنڈے ہو گئے بسمل کے سارے ہاتھ پاؤں

تیرے دست و پا کی بندش دیکھ مجنوں رو دیا
قید میں کب تھی بندھے ایسے ہمارے ہاتھ پاؤں

تیر دستی کر چکا قاتل کہاں میں تھک گیا
یہ تڑپتا ہے پڑا اسکے نہ ہارے ہاتھ پاؤں

پنجہ خورشید سے رفتار جوں کبک دری
تیرے دست و پا پہ ہر اک کیوں سے وارے ہاتھ پاؤں

ہے دلیل خون عاشق فندق رنگ حنا
[illegible] ہم جو یہ [illegible] ہاتھ پاؤں

جا بجا لالہ کھلا خوباں سی بر فرش بریا — کونسی عاشق نی تیری یاں لیسارے ہاتھ پاؤں
موج سی دریا کی ساحل ہوں ہم زیر و زبر — میں گرد رہا ہوں غم ہیں کنارے ہاتھ پاؤں

عمر ساری کٹ گئی ضامن کی راہ عشق میں
جب سی طفلی میں کھڑی ہو کر سنواری ہاتھ پاؤں

وہ آپ آکے ملا آج عید ہی ضامن — نصیب نیک ہی طالع سعید ہی ضامن
یہ ایک باغ ہی ہر رنگ کے کھلے ہیں گل — بچشم غور کر دیکھا تو دید ہے ضامن
ہزاروں قتل کئی مجھسے بے گنہ قاتل — تمہاری تیغ نگہ کا شہید ہے ضامن
جو راز غیب کا چاہی کہ مجھپہ کھل جائے — تو عشق گنج نہاں کی کلید ہی ضامن
کہاں ہی یار خدا دیکھ نحن اقرب کو — گواہ اسکا تو حبل الورید ہی ضامن
جو اسنے لے ہی لیا دل تو جانی فکر نہیں — یہ اسکا عشق محبت رسید ہی ضامن
ہمارا پیر ہی ہادی ہی رہبر کامل — خدا کا عشق ہے مرشد مرید ہی ضامن
تمام عمر چلا طے ہوئی نہ راہ فراق — مقام یار کا اب تک بعید ہی ضامن
اگر ہے شوق شہادت تو سر بکف جانا — صنم کے کوچہ میں قطع و برید ہی ضامن
جو ملک عشق میں پہونچا تو آہ و نالہ سنا — ہر ایک جا یہی گفت و شنید ہی ضامن

خدا کے واسطے مجکو نہ بھولنا ضامن
غلام آپ کا بے زر خرید ہی ضامن

تری عاشق کو صبر بیجاں اگر ہووے تو میں جانوں — مثال برق یاں تیر اگذری تو میں جانوں
تری مجنوں سودائی کہیں جنگل میں چھانی خاک — بسا بستی میں عاشق کا جو گھر ہووے تو میں جانوں
تو اپنی کھولدے کاکل رخ تاباں پہ او پیارے — گھٹا کالی سی مہ تاباں بدر ہووے تو میں جانوں
جلا دی آتش الفت لگا دی آگ تو دیسی — برنگ شمع سر تا پا شرر ہووے تو میں جانوں
تری تیغ تغافل سی یہ بسمل ہو اے قاتل — ادھر ہووے تو میں جانوں ادھر ہووے تو میں جانوں
کلیجا کھا لیا غم نے تری عاشق کا ایجانی — ذرا تو دیکھ لے آکر جگر ہووے تو میں جانوں
تری احوال خستہ پر اگرچہ روتے ہیں دشمن — ہے اسکی دلربا ضامن اثر ہووے تو میں جانوں

ناوک انداز ہیں ای یار تمہاری آنکھیں
خنجر و تلوار لگاتی ہیں تمہاری آنکھیں

شرمگیں آنکھ بلا خیز غزالاں جیسیں
لے گئیں چھین کی جان جب یہ سنواری آنکھیں

تو وہ صیاد ہی آہوئی فگن تیری نگاہ
مرغ دل کیونکر بچی ہیں یہ شکاری آنکھیں

کیوں نہو پیار مری دلمیں زیادہ از لبس
نظر پیار سی دیکھی ہیں یہ پیاری آنکھیں

شوق دل میں نرہا نرگس شیدا کا ذرا
جیسے دیکھیں ہیں تمہاری یہ پیاری آنکھیں

اک نظر کرتے ہی اسرار خدا مجھپہ کھلا
انکی آنکھوں پہ ہیں قربان یہ ساری آنکھیں

بیخود و مست ہوا عاشق شیدا ضامن
جیسے دیکھی ہیں تمہاری وہ خماری آنکھیں

ردیف واو

فرقت یار کا یارو نہیں یارا ہمکو
ہجر کافر نے تو اب جان سی مارا ہمکو

غم فرقت نے ستمگار نے مارا ہمکو
سخت مشکل ہی بغیر اسکے گذارا ہمکو

اپنے بیگانوں کی نظروں سی گرایا ہمکو
ایسی حالت میں گیا چھوڑ کے پیارا ہمکو

جس تجلی سے جلا طور ہوئی محو کلیم
ضامن ارنی کہو دکھلا وہ خدارا ہمکو

عشق نے خاک میں کیا خوب ملایا ہمکو
پھر نشاں اپنا جو ڈھونڈھا تو نپایا ہمکو

خواب نابود میں آرام سی سوتے تھے پڑے
سوزش عشق مگر تو نے جگایا ہم کو

اسکی خوابیدہ آنکھوں نسی نہو دیکھے ہم کو
آنکھ لگتی ہی تہ خاک سلایا ہم کو

دفن کرنا مجھے یہاں سنو دیوار صنم
سایہ عرش سے بہتر ہے وہ سایہ ہمکو

استخواں پھرتے ہیں ٹھکراتے ہوئے کیا اسنے
اب سگ کوچۂ جاناں نے گرایا ہم کو

کیا خبر تھی غم فرقت کی عدم میں ہمکو
عشق تو ہی تو یہاں کھینچ کے لایا ہمکو

چھوڑیو مت مجھے ای شیر شتر عشق صنم
غم فرقت نے سراسر ہے کہ کھایا ہم کو

جز خداوند نہ تھا غیر کا کچھ نام و نشاں
ہمنے وہمی نے ناچار بھلایا ہم کو

ہے تمنا دل ضامن کی پس از مرگ یہی
وصل حسنین میسر ہوا خدایا ہم کو

کوئی صورت نہیں اے یار جو پاؤں تجھکو
حالت زار ستمگار دکھاؤں تجھکو

اپنے بیگانہ سبھی ہمسے کنارہ کش ہیں
کسکو بھیجوں میں تری پاس بلاؤں تجھکو

چاک وحشت نے کیا جیب صبا کا دامن
سوزن غم سے گریبان سلاؤں تجھکو

مجھسے ملجائے جو وہ اختر برج خوبی
طالع خفتۂ شب وصل جگاؤں تجھکو

ہمر کو زانو پہ مری سولئے ہو رکھکر جاناں
صبح تک مینہ پر پڑا داٹھاؤں تجھکو

اس مسیحا نے کبھی یہ نہ کہا صد افسوس
عاشق کشتۂ جانباز جلاؤں تجھکو

ہاتھ جوڑوں تری پاؤں پہ پڑوں سر رکھکر
حسب مقدور دل آزردہ مناؤں تجھکو

چشم اغیار نہ دیکھیں تجھے اے کان حیا
حصۂ دل میں گھر وار چھپاؤں تجھکو

اس کی خوابیدہ آنکھوںنے اشارہ یہ ہے
آنکھ لگتے ہی نہ خاک سلاؤں تجھکو

گل کھلائے تری شمشیر جفا نے کیا کیا
تو جو آوے تو ستمگار دکھاؤں تجھکو

جی میں آتا ہے تری ضامن شیدا کے یہی
خوب رو کیے مرجان ہنساؤں تجھکو

راز نہاں ہے جلوہ گر سامنے میرے ہو بہو
چشم بچشم رخ برخ خندہ بخندہ خو بخو

جبکہ میں اس میں گم گیا مجکو وہ ڈھونڈھنے لگا
خانہ بخانہ دربدر کوچہ بکوچہ کو بکو

آنکھ کھلی جو راز میں آیا نظر وہ مہ جبیں
جلوہ بجلوہ جابجا ذرہ بذرہ مو بمو

قطرہ ہے بحر واقعی ذرہ ہی مہر آپ ہی
قطرہ بقطرہ یم بیم نہر بنہر جو بجو

کعبہ و دیر میکدہ مظہر یار جابجا
طرف بطرف سو بسو مہر بمہر رو برو

نگہت نور احمدی جسکی یہ ہے سب تازگی
غنچہ بغنچہ گل بگل رنگ برنگ بو بو

پیاری صنم نقاب اٹھا ضامن علی کو منہ دکھا
تازہ بتازہ نو بنو غمزہ بغمزہ دو بدو

مائل اسکی حسن پر اپنی طبیعت ہو تو ہو
ہر کسی کو کام کیا ہمپر مصیبت ہو تو ہو

عاشق جانباز کو کیا چاہیے ناموس ننگ
قتل مجنوں ہو جہاں میں گو فضیحت ہو تو ہو

سخت بے رحمی ہے تجکو او ستمگر بے خبر
عاشق شیدا کو تیری گرچہ ذلت ہو تو ہو

جام وحدت پینے سے کب ہٹتے ہیں ہم محتسب
واعظو نکی ہمیں کیسی ہے نصیحت ہو تو ہو

روی جاناں کے مقابل بے حقیقت ہے قمر
سامنے اسکے کسی کی کچھ حقیقت ہو تو ہو

آپ گم جائے صنم میں اور انا لیلیٰ کہے
مذہب عشاق میں ہاں یہ شریعت ہو تو ہو

میری وحشت سے کیا آیا کہ وہ دشت کو
بعد مجنوں کی تجھے ضامن خلافت ہو تو ہو

مجکو دیکھو تو میں کیا ہوں تنتنا ہا یا ہو
مطلع نور خدا ہوں تنتنا ہا یا ہو

درد من درد تنم دردو دلے دوری
درد دل اپنی دوا ہوں تنتنا ہا یا ہو

فلک کا کل کی عدم میں تو نہ تھی اب لیکن
بستۂ زلف دوتا ہوں تنتنا ہا یا ہو

مجکو عاشق کہو معشوق کہو عشق کہو
جا بجا جلوہ نما ہوں تنتنا ہا یا ہو

میں ہی مسجود ملائک ہوں بشکل آدم
مظہر خاص خدا ہوں تنتنا ہا یا ہو

بال و پر توڑ دے عشق کے صیاد نے پر
طائر قدسی کا ہما ہوں تنتنا ہا یا ہو

لامکاں اپنا مکاں ہے سو تماشا کیلیے
میں تو پردے میں چھپا سو تنتنا ہا یا ہو

ہم ہوی اور ہا ہے انا الحق ہے یہ منزل اپنی
شمس عرفاں کی ضیا ہوں تنتنا ہا یا ہو

کسکو ڈھونڈھوں کسے پاؤں میں نقش حباب
آپ میں آپ چھپا ہوں تنتنا ہا یا ہو

شیشۂ تن میں مقید ہوں پری کی مانند
نور احمد سے بنا ہوں تنتنا ہا یا ہو

مجکو تم غیر نہ سمجھو ہے مرا نام کفیل
میں کہاں اس سے جدا ہوں تنتنا ہا یا ہو

دم شمشیر کے نیچے ہے لا اکدم تو دم لیلو
تڑپ کر لوٹ کر پھر راہ عدم لیلو

بتو دیتا ہوں میں دل کو یہ اسرار الٰہی ہے
یہ قبلہ ہے یہ کعبہ ہے یہ ہے بیت الحرم لیلو

بہا لیجائیگا طوفاں تری گریہ کا اس تن کو
توقف تم کرو اشکو تجمل چشم نم لیلو

بہائے لعل لب میں تری ای کافر سنگیں
متاع دین و ایماں کو میں دیتا ہوں صنم لیلو

نہ سنگ آستاں چھوڑو علاء الدین احمد کا
یہ ضامن آپکا بردہ ہے اسکو بے درم لیلو

بیا بیا ای پری پیکر چھپا نہ مکھڑا دکھا کے ہمکو
بجا ہے دل میں امید وصلت لگا کے چھپیاں ملا کے ہمکو

نہ تیغ عشقش شہید گشتم نہ تاب ہجراں ہشتم شد ایک
خراب جنتی ہیا نے ساقی شراب وحدت پلا کے ہمکو

تو سرو آزاد نازنینی تمہاری قامت کا نخل ہے یا
پڑے پڑے یاں یہ ہو افتادہ گر نہ چنداں اٹھا کے ہمکو

چو عشق آمد دروں جانم تو شور برپا ہوا تباہ تنت
بچے گا یا ٹوٹے جنون وحشت مزار میں بھی سلا کے ہمکو

بچشم مسکیں تو ہم خفتہ سہم ہجر تجلیات اور ہم
تیا تجبہ ہے ہاک ساز وسلایا پھر بھی جگا کے ہمکو

تو باغبان جہاں گلشن عجیب نکہت کو گل بنائے
سر چہ شبنم ہمود گریاں شمال کو ہنسا کے ہمکو

نہ ہو ستمگر عجیب گلرو پری کی مانند شعلہ رو
گیا وہ محفل میں چھوڑ تنہا مثال شمع جلا کے ہمکو

کجا صراحی کدام مے کش ہوتی ہے چشم عجیب کو
ہم آپ ہی بیٹھے ہیں غم کے مارے پھر نہ خدا کے ہمکو

غریب مسکین فقیر ضامن تمہارا ہوں امن تمہارا ہو صابر
کہ رشک جنت حرم کو بیت اٹھا نہ پائے جھکا کے ہمکو

کس طرح ڈھونڈھ سکے اسے جبتک پتا نہ ہو
مسکن ہر ایک جا ہے کا جبتک بسا نہ ہو

جبتک خیال غیر سے سینہ صفا نہ ہو
اس شکدہ میں نور جمال خدا نہ ہو

شمع کی طرح جل کے گزارا ذرا نہ ہو
خاموش جل بجھ کہ دھواں یکذرہ نہ ہو

ہمسے خفا تو اوبت نام خدا نہ ہو
بے جرم قتل یار کسی کا روا نہ ہو

سرسبز ہو کہاں ثمر و شاخ برگ گل
دانہ کیطرح خاک میں جبتک ملا نہ ہو

جل جل کے خاک بھی نہ ہوا اور نہ بجھا
جیسا کہ میں جلا کوئی ایسا جلا نہ ہو

گر جائے بام پر سے نکل جائے دم بھی گر
پر دل سے تیری عاشق شیدا گرا نہ ہو

کیا جانے کوئی گریۂ سوزان شمع کو
راز نہفتہ درون اگر برملا نہ ہو

حال تباہ میرا بیاں اس سے کیجیو
اس طرح نامہ بر کہ سخن میں گلا نہ ہو

سامان عیش کیجیو تو مہماں سرا میں
دنیا میں یار کوئی ہمیشہ رہا نہ ہو

اس کے سوا نہیں ہے کوئی سازگار خلق
ضامن ہر ایک کا د کا غیر از خدا نہ ہو

آل پیارے آل نبی آل جانی آل تو
انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

کس کا مجنوں لیلے کو مرجا گہ ہے تو ہی تو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

پڑھی ہنو نماز فنا خون جگر سے کرکے وضو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

دیر جدا و کعشت جلوہ نما ہے تو ہر سو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

دیدی ساقی جام لقا پڑھی ہے تیز آب — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

جسکو دیکھا مرہی گیا چشم سیہ میں ہے جادو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

دل ہے قید دام بلا الجھی ہے سلجھا گیسو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

کیوں نہ کہیں ہم صل علی ہر گل میں ہے تیری بو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

فرق نہیں ہے اک سر مو وحدت میں نہیں ہے اور تو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

میں ہوں عاشق کب کب صفت ہو جاں ای مہرو — انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

ضامن علی تو ہو کے فنا ذکر کیا کر اللہ ہو
انت الہادی انت الحق لیس الہادی الا ہو

ردیف ہاے

میری جان و دل لے نبی ہر لی و بارک وسلم وصل علیہ — خدا خود محبت سے فرماتی ہے و بارک وسلم وصل علیہ

محمد کو معراج میں یا خدا دیکی کا نشانیاں ہو گا — کہاں انا ربی ہو دم میں ملے و بارک وسلم وصل علیہ

خدا و محمد یہ ہیں ایک دوئی اپنے وحدت ختم منکرو — خدا خود کہے ہم محمد بنے و بارک وسلم وصل علیہ

و احمد بلا میم ہے و احدہ عربی بلا عین ہیں معین رب — جو کل شی ہے لاشی وہی کل ہے شی و بارک وسلم وصل علیہ

اگر وصف احمد دو عالم لکھیں شکستہ قلم ہوں و عاجز رہیں — وہ حشر ہے نالہ ہو جوں نانگ نے و بارک وسلم وصل علیہ

جو احمد کو کوئی احد کہہ اٹھے فقط میم کا ایک پردہ ہے — ختم دل میں ہے محبت کرو و بارک وسلم وصل علیہ

میں یا سگ احمد بیچا ہوں خاک تو عجب ہے تب عصیاں تفے خاک — سعادت الٰہی یہ ہمکو ملے و بارک وسلم وصل علیہ

خبر لو مری جلد تم یا نبی مدد تم کرو میرے مولا علی — کہ محبوب ہے نازل بلا ہے یہ و بارک وسلم وصل علیہ

وہ تو یہ جمال مقدس دکھا کہ مشتاق جنس نور کا تھا خدا
غم ہجر ضامن کہاں تک سہے و بارک وسلم وصل علیہ

کیا بیاں کیجیے بیقراری آہ — دم گیا اپنے آہ کے ہمراہ

عشق میں شاہ کے ہوا ہے گدا — نہ ملا مجھ فقیر سے وہ شاہ

نیم بسمل تڑپ رہا ہوں میں — دل میں میرے لگا ہے تیر نگاہ

عشق سے لامکاں میں آپہونچا — اُمّ ہانی کے گھر سے عبد اللہ

عشق رہبر ہے زاہدا اپنا — عشق کو کیا جانے کوئی گمراہ

عشق یارو کوئی بُری ہے بلا — خانماں جان و دل کرے ہے تباہ

عشق میں تیرے مرگیا ضامن
تجکو ڈھونڈھوں کہاں میرے اللہ

مظہر اسرار بہ دل ہے منور آئینہ — آئینہ اسکندری سے ہے یہ بہتر آئینہ

جب ہوا روئے مقابل تیرے دلبر آئینہ — ہوگیا حیرت زدہ سا دیکھ ششدر آئینہ

زنگ عصیاں سے جو ہو دل کا مکدر آئینہ — سنگدل پتھر پڑیں اسپر ہے پتھر آئینہ

مہ کا آئینہ بھی تیری دید کا مشتاق ہے — اسلیئے پھرتا ہے گردوں لیکے گھر گھر آئینہ

آئینہ بندی نہ کیونکر میں کروں اے نازنیں — ہے تری تصویر میرے دل کے اندر آئینہ

روئے عکس یار سے جب آئینہ سیراب ہو — کیوں نہ دل ہو جائے میرا حوض کوثر آئینہ

آئینہ کیا چاہیئے روئے مصفا کو تری — جب دکھائے تجکو دلبر چرخ اخضر آئینہ

تجکو دکھلا کر ترا حسن ازل اے نازنیں — ہوگیا دشمن مرا اور تیرا رہبر آئینہ

جب خودی خود گم گئی ضامن خدا ظاہر ہوا
کھل گئے رکھتا تھا جتنے اپنے جوہر آئینہ

غیر حق تو نہ ہو مشغول دلا غیر کیساتھ — کدہر ہوا اسکو سمجھ دل سے ذرا غور کیساتھ

آب اور برف حقیقت میں ہیں دونوں ایک — غیر ہر شے کو سمجھنا ہے اسی طور کیساتھ

موج دریا و تقاطر و حباب و ماہی — برزخ بحر ہیں دائرِ صف دور کیساتھ

اپنا تو آپ ہی پردہ ہے اٹھا دیکھ نقاب — مظہر یار ہو ظاہر ہے فی الفور کیساتھ

نور احمد ہے ہر اک شے میں نہاں اے ضامن — جوں ہے سرخ کہ ہو کاسہ بلور کے ساتھ

چشم بیمار کا بیمار ہوں واللہ باللہ
زلف پیچاں کا گرفتار ہوں واللہ باللہ

ساقیا جام بقا ہمکو پلا بہر خدا
مئے وحدت کا طلبگار ہوں واللہ باللہ

ہے عزیزو صفت عشق زلیخائی میں
اپنے یوسف کا خریدار ہوں واللہ باللہ

نبض دیکھو نہ طبیبو نہ شفا ہووے گی
عشق کے مرض کا بیمار ہوں واللہ باللہ

نکہت گل کی تمنا ہے نہ گلشن کی ہوس
دل پر داغ کا گلزار ہوں واللہ باللہ

زلف ناگن کا تصور یہ بندھا ہے ہمکو
گویا چھاتی پہ لئے مار ہوں واللہ باللہ

برق کیطرح تپ ہجر میں بیچین ہوں میں
سوزش عشق سے ناچار ہوں واللہ باللہ

چشم خونخوار سے تیری ہمیں مارا قاتل
رات دن آنکھوں سے خونبار ہوں واللہ باللہ

مثل گل رکھتے تھے دل ہاتھ میں ضامن گلہر
ابتو آنکھوں میں تری مار ہوں واللہ باللہ

حسن رخ دلدار ہے کچھ اور زیادہ
انداز نئے ناز نئے طور زیادہ

الفت نہ محبت نہ تلطف نہ مروت
دن رات ستمگار کے ہیں جور زیادہ

ممکن ہے صفت میم دہن ہووے کمر کی
ہوتا ہے مگر صرف میاں غور زیادہ

دہ چند ہوا حسن رخ یار کا تل سے
جوں صفر سے اعداد ہوں فی الفور زیادہ

گھبرا کے جو صحرا کو نکل جاتے ہو ضامن
ہو جاتی ہے وحشت بھی اسی طور زیادہ

دکھائی یار نے مہندی جب سنوار کے ہاتھ
تو مالی مرگیا حسرت سے سر پہ مار کے ہاتھ

پڑھی جو فاتحہ تو قبر سے مسیحا دم
تو گور سے ترا کشتہ اٹھے پسار کے ہاتھ

ہے مرگ بعد مری خاک میں تو نکا اثر
بناوے قیس جو آجائے وہ کمھار کے ہاتھ

ہماری پیاس بجھے آب تیغ سے اسکے
لبان زخم سے چوسونگا اپنے یار کے ہاتھ

مریض عشق سے کہدو پڑھے نماز قضا
لگا کے کر کے تیمم مری غبار کے ہاتھ

وہ آئیں غسل کی خاطر تو خوب نہلاؤں
غریق بحر محبت ہیں سبزار کے ہاتھ

پہنچگیا ہوں گلی میں صنم کی ہوکے غبار
غرض نہ پہونچے قدم تک تو خاکسار کے ہاتھ

عزیزو کیا کری ضامن بہار دنیا کو
نہوں گلے میں جو اس یار غمکسار کے ہاتھ

ردیف یاے

مرا کوچہ ہی منزل کربلا کی — ہمارے خون کی ندی بہا کی
تری کوچہ میں ناحق ناخدا ترس — ہماری خاک مدت تک اڑا کی
کریں گے کیا تری بن حور و غلماں — ہمیں خواہش ہی دیدار خدا کی
نہ چھوٹا سر بھر دیوانہٴ دل — تری وہ زلف ہی کافر بلا کی
نکالا میکدی سے محتسب کو — سبو کش تم کو ہی رحمت خدا کی
کبھی مومن کبھی کافر ہوئے تم — محبت ہوگئی زلف دوتا کی
رخ زیبا دکھا اے پردہ پوش — لبوں پر جان آئی مبتلا کی
شکایت قصہ ناحق نے چھوڑ — سنادے بات قاصد مدعا کی
نظر آنے لگی ہے صوت یار — دل آئینہ کو ہمنے جلا کی
نہ پوچھو ہمیں ملک الموت بے عشق — مکان لامکاں تیرا ہے خاکی
چھڑک دو زخم دل پر تم نمک اور — لگی برچھی ہے چشم سرمہ ساکی
ہوا کھا چل ہوا ہوا ے صبا تو — دلائی بوے زلف مشک ساکی
لطیفہ ہوگیا لیکر امانت — یہ بازی لے گیا انسان خاکی

مریض عشق مرجاے تو چھٹ جاے
یہی تدبیر ہے ضامن شفا کی

وصل سی پہلے مری جان وہ جانی مانگے — جاودانی کی عوض عالم فانی مانگے
مرہم زہر مرا زخم نہانی مانگے — کشتہ تیغ محبت کا نہ پانی مانگے
شمع کافوری سحر ہوگئی ٹھنڈی افسوس — عشق پیری میں مرا جوش جوانی مانگے
میں وہ دیوانہ ہوں حیران نحیف و بیجان — میری تصویر کی مجنوں بھی نشانی مانگے

دیکھیے خط نامہ ساں کہنا یہ احوال سبھی
شکوہ جور و جفا گر دور باقی مانگے

دفتر عشق کا ہی طول میں کیونکر لکھوں
ایک عالم مرے قصہ کی کہانی مانگے

چاہ میں اسکی زلیخا کی صفت ضامن دے
دل و جاں تجھ سے جو وہ یوسف ثانی مانگے

فرقت نے تری جان مری یار نکالی
کیوں تیغ ستم تو نے ستمگار نکالی

تدبیر کوئی اور اگر یار نکالی
کیوں قتل کی خاطر مری تلوار نکالی

گر آہ کوئی ہمنے قضا کار نکالی
جان سخت رقیبوں کی وہیں مار نکالی

خفگی کی نظر ہیں ہیں حکایات محبت
یہ وضع نئی تو نے مزہ دار نکالی

ابرو ہے کماں تیر نگہ ناوک انداز
پیکان ہدف دل سے مری یار نکالی

اس مار سیہ آلودہ کا کل نے تمہاری
مارے ہوئے زلفوں کیلئے یار نکالی

رخسارہ روشن پہ سیہ زلف کو چھوڑا
اس صبح سعادت پہ شب تار نکالی

ہمکو جو کیا قتل کسی پردہ نشیں نے
اب لاش مری یوں سر بازار نکالی

کس جوش میں ہے دختر رز تیری تجلی
زاہد نے گرو کر نے کو دستار نکالی

جل جائیگا خیمہ ترا اے چرخ سیہ کا
گر آہ کوئی ہمنے شرربار نکالی

دم بھر نہیں لیتا ہے پہلو میں یہ وحشی
بجلی کی صفت دل نے یہ رفتار نکالی

زاہد نے مجھے دیکھ کے تسبیح کو پھینکا
گردن سے برہمن نے بھی زنار نکالی

میں دیکھ نہیں سکتا اسے گاہ جو دیکھا
آنکھ اس نے مری طرف خونخوار نکالی

ہو جائیگا ضامن شرف زینت بازار
اس شوخ نے کھڑکی سر بازار نکالی

دورہ ساقی میں کیا ساغر چلے
ساقیا یہ دور تا محشر چلے

کون کہتا ہے کہ عاشق مر چلے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر چلے

حسرتا دنیا میں کیا ہم کر چلے
بار عصیاں سر پہ ناحق دھر چلے

ہجر میں اس بت کے کیا ہم کر چلے
ناگہانی موت آئی مر چلے

خفتگان خاک کے مرقد پہ تم
اے صنم کیا حشر برپا کر چلے

دم نہ مارے عاشق صابر کبھی
چپ ستم کا حلق پر خنجر چلے

ساقیا سرشار میخواروں کے
کتنے توڑے اور کتنے بھر چلے

میکدے میں قاضی و ملا گرو
محتسب دستار اپنی دھر چلے

کوچۂ قاتل میں کفنی پہن ہم
سر کو لے اپنی ہتھیلی پر چلے

برسر بازار مجنوں پہ ترے
کودکوں کے ہاتھ سے پتھر چلے

واہ واہ لے نشۂ بادہ ہوس
ساغر عصیاں کو ہم تو بھر چلے

دشمن آدم ہے گندم دیکھ تو
آسیا اسیر سدا گھر گھر چلے

زندگی بن یار ضامن ہو چکی
ہم تو تنہا چھوڑ کر دلبر چلے

مبدل القافیہ

حسرتا دنیا میں ہم کیا کر گئے
بار عصیاں سر پہ اپنے دھر گئے

الفت جاناں سے کیوں ہم ڈر گئے
ناحق اعدا کی وفا میں مر گئے

عاشق جانباز اکثر مر گئے
وصل کی اس کی تمنا کر گئے

پر نہ وہ آکر ملا آرام جان
گھر گئے کتنوں کے اس میں سر گئے

دولت زر جمع کر جو مر گئے
سر بسر قاروں کے وہ ہمسر گئے

یار فے ملکوت وہاں پر چل گئے
لامکاں تک پر لبشر بے پر گئے

مرد مخفی جو مر گئے زندہ ہوئے
اس جہاں میں نام اپنا کر گئے

جی گئے جو مر گئے وہ چھٹ گئے
ہم سے غمخواروں سے وہ بہتر گئے

اسکے جور و ظلم [illegible] مارا ہمیں
جی کے جیتے ہی جی جو مر گئے

ابر چشم زار برسے اسقدر
نالہ و تالاب ضامن بھر گئے

نبی جی کا وہ عالی آستاں ہے
زمیں اوپر ہے نیچے آسماں ہے

اوڑائی خاک ہمنے اب جہاں ہے
زمیں اوپر ہے نیچے آسمان ہے

مکان اپنا ہوا جب لامکاں ہے
زمیں اوپر ہے نیچے آسماں ہے

شب معراج میں بولے ملائک
زمیں اوپر ہی نیچے آسماں ہے

شب یلداں میں نیچے ہوگیا چاند
زمیں اوپر ہے نیچے آسمان ہے

ملائک لیگئے رضوان شداد
زمیں اوپر ہے نیچے آسماں ہے

وہاں خاکی نہ کوئی پہونچا یہ عشق
زمیں اوپر ہے نیچے آسمان ہے

ہوا ضامن پہ ثابت عکس مضموں
زمیں اوپر ہے نیچے آسمان ہے

تلخی جاں کو مری آسان کر گئے
خنجر سے ذبح کر کے وہ احسان کر گئے

پہلو سے لیکے دل مری پہلو سے اٹھ گئے
مرنیکا ناگہاں مری سامان کر گئے

حسرت یہی رہی کہ نپوچھا کسیکا حال
عاشق ہزار جان وہ قربان کر گئے

شانہ کیا نہ زلف پریشاں نیں یار نے
دلکو ہماری ہائے پریشاں کر گئے

کیا کیا کھلائے گل تری تیغ جفا نے یار
سینہ کو تم تو میری گلستان کر گئے

دکھلا کے ہمکو جلوۂ رخسار چھپ گئے
آئینہ ساں مجھے تو وہ حیران کر گئے

بیمار چشم کو نگہ تیر سے تو ہائے
دنیا میں کوئی دم کا وہ مہمان کر گئے

دکھلا کے برہمن کو رخ مصحفی صنم
کتنے ہی ہندؤں کو مسلمان کر گئے

آہ و فغان و حسرت و غم دیگئے مجھے
کتنے ہی میری جان نگہبان کر گئے

آلے ہی عشق موج غم و درد کی گئی
جان و جگر کے ملک کو ویران کر گئے

مضمون جانگداز سے ضامن تو عاشقو
مشہور ملک ہند میں دیوان کر گئے

اس آتش الفت نے یہ کیا آگ لگادی
یاں تک مجھے پھونکا کہ مری جان جلادی

مدت سے نہیں ہوش میں آیا ہے وہ بدمست
ساقی نے یہ کیا بادہ گلگوں ہے پلادی

بیمار محبت پہ نہ کچھ رحم کیا ہائے
معجون سم آلودہ طبیبوں نے کھلا دی

اے باد صبا یاد کرینگے تجھے کیا ہم
اس گل کی خبر تو نے کبھی ہمکو نہ لا دی

اے رشک مسیحا تری رفتار پہ قربان
ٹھوکر سے مری لاش کئی بار جلا دی

اے آہ جگر سوز بلا فتنہ شر انگیز
لے سر سے قدم تک مری ہستی کو جلا دی

اے باد صبا باغ میں سب گل ہیں کھلائے
پر دل کی ہماری نہ کلی تو نے کھلا دی

اس جان کو رکھا ہے فدا کرنے کو تجھپر
آئی تھی قضا لینے کو پر ہمنے ٹلا دی

جیتا ہوا جائے نہ کوئی پھر کے یہاں سے
پھرتی ہے ہر اک کوچہ قاتل میں منادی

آرام سے سوتے تھے پڑے ملک عدم میں
اے عشق تجھے لا کے یہاں دھوم مچا دی

اے ہمنشیں احباب محبت گرے اعدا
پہلی ہی ملاقات میں ملکر کے دغا دی

اس عشق نے الٹے ہیں سبھی کام ہمارے
شادی تو مرا غم ہوا اور غم ہوئی شادی

ملنے کی قسم کھائی ہے قاتل نے یکایک
اے قاصد لے فال یہ کیا تو نے سنا دی

مفسد نہ کہو عاشق جانباز کو صاحب
ہاں حسن مگر آپ کا بالکل ہے فسادی

اس عشق نے افلاک پہ پہونچایا ہے ضامن
گو خاک میں لیکر کے مری خاک ملا دی

اے دل ناداں مجھے ہر دم ستانا چھوڑ دے
دم بدم پہلو میں پھر تلملانا چھوڑ دے

اے دل ناداں تو قدر اپنی گھٹانا چھوڑ دے
میں کہا غیروں کے گھر جانا تو جانا چھوڑ دے

وہ لگا کہنے کہ چپ تو یاں کا آنا چھوڑ دے
طائر دل کو قفس میں آب و دانہ چھوڑ دے

کوچہ قاتل میں ہی عاشق تو جانا چھوڑ دے
گر گیا مجھ سے وہاں تو پھر کے آنا چھوڑ دے

عاشق جانباز کا تو آزمانا چھوڑ دے
آزمایا آزمائش کا بہانا چھوڑ دے

بلبل ناداں خزاں ہے چہچہانا چھوڑ دے
اب نکل اس باغ سے تو آشیانا چھوڑ دے

راتدن مرتا ہے تو کھا کھا کے غم لے فائدہ
بیوفا کی چاہ میں یہ زہر کھانا چھوڑ دے

مثل پروانہ کے جلجا شمع رو کے عشق میں
شمع آسا صبح تک دل کا جلانا چھوڑ دے

اے کمان ابرو نگاہ تیر سے دل چھن گیا
کوئی دم تو تیر زن اب تو یہ نشانہ چھوڑ دے

خانہ دنیا کا بالکل کارخانہ ہی خراب
جز خدا کی یاد کے یہ کارخانہ چھوڑ دے
گوہر دل گم گیا ہی کو بھی جانا نہیں اگر
خاک کو مت چھان دانا ایکدانا چھوڑ دے
مولوی جی تم ہوئے ظاہر بنا باطن خراب
ان دغا بازی کی مسلونکو بنانا چھوڑ دے
رنگ لاٹیگا یہ اکدن آپکا رنگ حنا
بیگناہونکا ستمگر خون بہانا چھوڑ دے

زہد و تقوی جبہ و مسواک تسبیح یہاں یہ لی
ضامن اپنا طرز اب تو عاشقانہ چھوڑ دے

لگے اس دنیا میں یارو داغ حسرت لے چلے
داغ دلبر لیچلے کیا یار صحبت لے چلے
رنج و غم سوز جگر بیتابی دل لے چلے
ہم بغل میں اپنے اک شور قیامت لیچلے
سر بکف جاتے ہیں کوئی یار میں ہم تو مگر
سر کو اپنے دوش پر جبین ہو طاقت لیچلے
عشق عاشق ہو گیا ہی حضرت انسان پہ
چھین کر ملکوت سی بار امانت لے چلے
کوئی جانا میں جب آئے ہو گئی بیمار عشق
جا کی ہم دار الشفا میں رنج و زحمت لیچلے
رشک گلزار ارم تھا آپکے جلوہ سی گھر
کلبۂ احزاں سی میرے تم تو برکت لے چلے
تم رقیبو تکو جو قاتل ساتھ اپنے لیچلے
تمکو وحشت لیچلی ہم ساتھ وحشت لیچلے
اس صنم کو ساتھ اپنے اہل ہمت لیچلے
وائے قسمت ہمتو اپنے دل میں حسرت لیچلے
ہم محبت کر چکے جاں پر آفت لیچلے
دے چلے دل تمکو ہم کی مصیبت لیچلے
دم نہ مارا ہمنے قاتل تیغ دو دم کے تلے
جان کو تسلیم کی ایمان سلامت لیچلے

کوچۂ جاناں میں ضامن جو گیا مارا گیا
شکر ہی تم جان کو حضرت سلامت لے چلے

تریاق زہر مار سیہ کا اتار دے
دستی ہی زلف مار وہ کافر ہی مار دے
دل بھر کے دیکھ لوں مگر ہوں بیجا یہ ہوش
اتنا الٰہی دل مرے تو قرار دے
بستہ نہ چھوٹے خنجر ابرو یار جوں
شمشیر اسطرح کی بنا کر کو مار دے
ترسا کے ہجر میں بت ترسا نہ مار تا
تلوار کھینچکر مجھے اک بار مار دے
مٹی گندھی شراب محبت کی ہی مری
پیالا بنا کے خاک کا میرے کمھار دے

تیرے لبوں میں آب بقا ہے مسیح دم
بوسہ لبوں کا اور بھی لطف شعار دے

الجھا ہے دل مرا تو پریشان زلف میں
مشاطہ زلف یار کو کافر سنوار دے

سبزہ کی طرح دل مرا آویزگوش ہے
ابرو تمہارا خنجر برّاں کو کار دے

قدرت خدا کی ہے سے ملو وہ حجاب کر
جسکو کہ چاہے صانع قدرت سنوار دے

مردے جلائے یار نے قم کی صدا سے چند
اپنے شہید کو بھی مسیحا پکار دے

مدت سے التجا ہے تری تیغ ناز سے
بار گراں ہے دوش پہ یہ سر اتار دے

یہ چند روز عمر ہے دار فنا میں تو
ہر دم خدا کی یاد میں اسکو گذار دے

وہ سرو ناز وہ گل خنداں کرے جو ناز
حسن و جمال یار دو چنداں بہار دے

ضامن قمار بازی سودائے عشق میں

صابر علی سا عاشق جانا کوئی نہیں ہے
تیری بغیر از اپنا ٹھکانا کوئی نہیں ہے

سارے میں ڈھونڈھا پایا نہ پایا کبھی ای یار خدایا
جیسا کہ میں ہوں ایسا دیوانہ کوئی نہیں ہے

حال اپنا میں کسی سناؤں زخمی جگر ہے کسکو دکھاؤں
راز نہاں کا واقف دانا کوئی نہیں ہے

چھوڑ دیا ہے سب نے تو ہمکو ساتھ لیا ہے رنج والم
دنیا میں کیا اپنا بیگانہ کوئی نہیں ہے

آگ لگی ہے جل ہی گیا میں جا کمیں بالکل جل ہی گیا میں
جیسا جلا ہیں انکو جلانا کوئی نہیں ہے

عشق خدا ای یار امانت ہیں جسکو کوئی خیانت
ایسے گراں کو سر پہ اٹھانا کوئی نہیں ہے

ضامن علی تو خوب سمجھ لے کرنا ہے جو کچھ ابھی کر لے
ایسے جہاں میں پھر کے تو آنا کوئی نہیں ہے

اڑیگی حشر تلک میری یا رب مٹی
نہ چین دیگی شہیدوں کی فتنہ زن مٹی

ہمارے لاشہ مظلوم کے لیئے یارو
کہ خاک کوچہ جاناں کی ہے کفن مٹی

ہوا ہوں تیری محبت میں قتل دفن ورا
ہماری لحد پہ آ ڈال جان من مٹی

نہیں ملیگا پتا خاکسار عاشق کا
ہوا ہے کوچہ جاناں میں جا بدن مٹی

ہمارا گوہر دل کوچے یار میں ہے گما
اسی تلاش میں اب تک رہے ہے چھن مٹی

وہ خاک ہے تری در کی کہ جو منہ سے ملے
عبیر خلد پہ ہنسیگی یہ رشک زن مٹی

میں صبر شیریں سے اور اپنی خاکساری سے
کرونگا اپنے رقیبوں کا پر دہن مٹی

نہ بھول شیشۂ تحمل کی ہے اسیر پہ تو
کہ چار دن میں وہی قبر ہے وطن مٹی

بنائی واہ اشعار کی حیا باقی
کہ لالہ زار ہے ضامن ترا دہن مٹی

یہ کیا بقدر اس بت کی تمنا نے مجھے
اپنے کوچہ تک بھی وہ دیتے نہیں آنے مجھے

جل ہوا اک شمع رو پر ساتھ لاشہ کے مرے
گور تک پہونچانے جائیں کیوں شہ پروانے مجھے

سنکے سودائی گل اندا موں سے رکھتا ہوں میں چھیڑ
پھر لگے عاشق سمجھنے سارے دیوانے مجھے

مجھ سے کیا شکوہ عیادت کو نہ آیا وہ کبھی
دم دیا اے درد دل میری مسیحا نے مجھے

وعدۂ دیدار فردا ہے کہے دیتا ہوں میں
شوق نظارہ نہ بجوا آنکھ جھپکانے مجھے

ہجر میں تیری پری پروا اپنا جینا ہو چکا
فکر فرقت غم بھی اب دیتا نہیں کھانے مجھے

یار پر ضامن فدا اب ہو چکا دل جان سے
واعظ اور ناصح عبث آتے ہیں سمجھانے مجھے

یا مصطفےٰ یا مرتضےٰ ضامن علی ضامن علی
مشکل کشا حل علی ضامن علی ضامن علی

احمد محمد مصطفےٰ خاتون جنت سے ریا
حسنین جان مرتضیٰ ضامن علی ضامن علی

شاہ نجف شیر خدا بر میں مدد جلد سے آ
سلطان الشاہ لافتیٰ ضامن علی ضامن علی

ہے حکمران کاف و نون تو شمع یکتا نہ ہوں
الفت میں تیرے دل جلا ضامن علی ضامن علی

تو لن ترانی من سنا میں یا رنی کہہ رہا
اب تو ہو روشن دے دکھا ضامن علی ضامن علی

ہے تو کہاں اور میں کہاں سنتا ہے ذات حق عیاں
پردہ خودی کا اٹھ گیا ضامن علی ضامن علی

اے نور ذات پنجتن روشن ہے تجھ سے جان من
تجھ سے ہے عالم پر ضیا ضامن علی ضامن علی

نام علی نام خدا ہر شان میں جلوہ کیا
اے گاہ بندہ گہ خدا ضامن علی ضامن علی

ظاہر ہوا نور ازل یہ شکل و شان جزو کل ہا
میں کیا کہوں اس سے سوا ضامن علی ضامن علی

الہی دولھا یہ پیاری دلھن بعیش و عشرت مبارک ہووے
نہانا جوڑا و گھر کا سہرا بناز و نعمت مبارک ہووے

کلاہ و دستار اور مقنع گل بہار یکتا نہ سہرا
قبای چینیا حنای رنگین خدا کی رحمت مبارک ہووے

قمر کی مانند آج دولھا تو بزم انجم میں جلوہ گر ہے
فلک پہ اس میں کوئی غنیمت یہ بیشک جنت مبارک ہووے

نکاح سنت ہے انبیا کی قرآن ناطق ہے فانکحوا کا
بحق منکر فلیس منی یہ امر طاعت مبارک ہووے

مبارک ہووے ہمیشہ شادی عزیز و احباب رہیں گے جیتے
دعائے ضامن قبول ہووے محب دعوت مبارک ہووے

ہر طرف جلوہ گر ہے جمال محمدی
مشہور عین حق ہے کمال محمدی

ہر رنگ و بوی گل میں ہے نور جمال ملک
ہے شمع بزم عشق جلال محمدی

قربان جان و دل سے ہوں اس ذات پاک پر
منظور حق سدا ہے وصال محمدی

عالم تمام مظہر نور حضور ہے
ظاہر ہے جا بجا خط و خال محمدی

طوبیٰ بھی ایک شاخ ہے حضرت کے باغ کی
لیکن علی ہیں خاص نہال محمدی

روتے رہے ہمیشہ وہ امت کے واسطے
تھا حق سے بہر عفو سوال محمدی

اس سوا نہیں ہے وسیلہ کوئی بزرگ
دل میں ہے یاد خاص خصال محمدی

باطن میں حق ہے جلوہ افروز کائنات
ظاہر میں جا بجا ہے مثال محمدی

ضامن یہی ہے اپنا وسیلہ نجات کا
صلوات بر محمد و آل محمدی

آج کھیلے ہے پریزاد پیاری ہوری
کیا ہی بھائی مجھے موسم میں بہاری ہوری

فرحت و رنگ فشاں ہے جو تمہاری ہوری
چشم خونبار نے دل ہے ہماری ہوری

قمقمہ دل کی ہوئی آنکھوں کی ہے پچکاری
خون دل سے تری عاشق نے سنواری ہوری

یار ہمراز نہیں گو یہ پریزاد ہیں سب
یار بن آگ لگی ہم نے سنواری ہوری

تم ہوئے گلزار میں ضامن سے خفا
ہو مبارک تمہیں اے یار تمہاری ہوری

جفا کرے نہ کسی پر نہ ظلم فرمائے
بلاکشوں ہی کچھ بات رنج کی لائے

کسی کا دل نہ دکھائے نہ چھیڑے زخم جگر
کسی کی آہ خدا جانے کسکو لیجائے

اگرچہ حور ہو یا ہو پری مناسب ہے
وہ اپنے عاشق شیدا سے آکے ملجائے

جلا جلا کے مجھے خاکسار کس لئے کیا
الٰہی آتش الفت میں وہ بھی ملجائے

پھروں ہوں کوہ بیابانیں میں جو گھبرایا
نکل کے گھر سے وہ جنگل میں جاکے گھبرائے

میں حال دل نہیں کہتا حیا ہے دامنگیر
الٰہی اپنے عزیزوں سے وہ بھی شرمائے

دعا یہ ضامن مسکین ہو الٰہی قبول
کئے کیا ہے وہ ظالم کبھی خوب پچھتائے

وہ گل جو حسن پہ اپنے غرور کرتا ہے
خزاں بھی آئے وہ کمھلائے اور مرجھائے

یہ عشق تم کرو اہل مجاز ظاہر کا
کہاں تلک تمہیں ضامن غریب سمجھائے

کون و مکان میں جلوہ نما کس کا نور ہے
اس نور احمدی کا یہ سایہ ظہور ہے

ہر کوچہ و گلی ہے مدینہ کی حق نما
موسیٰ کیواسطے فقط اک کوہ طور ہے

ہم دیکھتے ہیں نور محمد کو ہے محیط
نور بصیر کے مثل ہر اک جا و نور ہے

دریای غم کی موج میں مت غرق ہو
لینا خبر جہاز کی اب تو ضرور ہے

تاباں ہے آفتاب جمال محمدی
دیکھے نہ چشم کور تو اپنا قصور ہے

ای وصل خواہ دیکھ رنگ فراق سے
شیشہ ہماری دل کا ہوا چور چور ہے

عقل رسای اہل کمالات راز میں
توصیف ذات پاک میں کسکو عبور ہے

منکر جو ہے شفاعت احمد شفیع کا
ذات خدا سے ہوگیا بالکل وہ دور ہے

تو کھول کر کے آنکھ رسول نما سے دیکھ
کس کا یہ نور سامنے تیرے ظہور ہے

جبتک تمہاری عشق میں بالکل فنا ہو
دعویٰ شرع اسکا عزیزوں پہ زور ہے

ہمکو نہیں ہے خوف قیامت کا سربسر
ضامن ہمارا مالک یوم النشور ہے

چمن میں آکے کوئی دم جو تو صبا ٹھہری
نصیب بلبل شیدا خزاں بھی آ ٹھہرے

مریض عشق کو دیدار کی شفا ٹھہری
تمہاری تیغ مری درد کی دوا ٹھہری

جنوں نے چھوڑا نہ اک تار پیرہن میرا
بدن پہ خاک فقیروں کے یہ قبا ٹھہری

شراب عشق کباب دل برشتۂ غم
ہمیشہ خون جگر کا مری غذا ٹھہری

حنا کیواسطے انکو دکھا رخ زیبا
لبوں پہ آکے مری جان مبتلا ٹھہری

جو قتل کرکے میری لاش کو کیا پامال
ہمارا خون تری پاؤں کے حنا ٹھہری

ملے تھے پیار محبت سے جسطرح پہلے
ہوئی ہو ہمسے خفا اب کہو یہ کیا ٹھہری

ہزاروں غم کے مسافر نے آکیا ہے مقام
حریم کعبۂ دل بھی کوئی سرا ٹھہری

گیا نہ جیتا ہوا کوئے یار سے کوئی
گلی صنم کی عزیزو یہ کربلا ٹھہری

تمام شب ہی تری بن شمار تاروں کا
یہ کالی رات مری جان پہ بلا ٹھہری

ہزاروں قتل کئے اک نظر سے او قاتل
تمہاری چشم سیہ یار فتنہ گر ٹھہری

میں اسکی تیغ جفا سے شہید کیوں ہوتا
کروں میں کیا کہ یہی یار کی رضا ٹھہری

اٹھا کے پردہ رخ دکھے یار ضامن کو
ہماری جان چلی آپ کی حیا ٹھہری

اپنی غرور ہی کا جو کوئی نشو و نما رکھے
حق اس سے ہی جدا جو وہ حق کو جدا رکھے

چمکا ہے نور شمس حقیقت کا جابجا
ذرہ ہر ایک دعوی انا رکھے

مارا ہے جوش سر انا الحق نے کہ گذر
راز نہاں کو دل میں کہاں تک چھپا رکھے

عکس جمال یار ہویدا ہے برملا
ہر آئینہ ظہور میں جلوہ نیا رکھے

ہوتا ہے جسکو راز انا الحق کا ذوق شوق
دار فنا میں دار وہ پہلے بنا رکھے

منزل میں عشق کی وہی پہنچیگا خیر سے
نفس لعین پہ جو کہ ستم ہو عصا رکھے

ابرو کے اک اشارہ نے مارا ہے جان سے
کہدو صنم سے طاق میں خنجر اٹھا رکھے

مجکو بھی ایک جرعۂ مے ساقیا پلا
آباد میکدے کو تمہارے خدا رکھے

ہر دم ہے اپنا چاک گریبان نیا جنوں
ضامن ہمیشہ اسکو کہاں تک سلا رکھے

قاتل ہزار حلق پہ تیغ جفا رکھے
عاشق کو چاہیے کہ سر اپنا جھکا رکھے

کیونکر مریض عشق نہ گردن کٹا رکھے
تیغ جفائے یار تو آب شفا رکھے

اُس روز سے مصحفی نے کیا ترک دین و زہد
واعظ سے کہدو اپنی کتابیں اٹھا رکھے

ناز و ادا کے غصہ میں لطف وفا بھی ہے
دانا کو چاہئے کہ وہ فکر رسا رکھے

جسکو خیال زلف سر ہو یا رہو
سو سو طرح کی سر پہ وہ اپنی بلا رکھے

غنچوں پہ اب بہار ہے گل گل ہے خزاں
بلبل سے کہدو کان میں گل کے سنا رکھے

بلبل کے دل کے غنچہ کا عقدہ نہ کچھ کھلا
باد صبا چمن میں یہ کیا گل کھلا رکھے

شیریں لبونکا بوسہ لیا جسنے ایک بار
محشر تلک وہ اپنے لبوں پہ مزار رکھے

مشکل ہے راہ حق میں وہ ثابت قدم رہے
ضامن علی رکھے تجھے مشکل کشا رکھے

راحت ہے چین ہے سبھی رنج و محن مجھے
لیجائے کاش گاہ جو رشک چمن مجھے

جاتا ہوا وہ مار گیا راہزن مجھے
بھیجو اسی گلی میں عزیز و دفن مجھے

یاں تک کیا ہے چاک گریباں جنون نے ہائے
آیا نظر لحد میں نہ تار کفن مجھے

تنکا سا بحر موج میں بہہ جائیگا یہ تن
گریہ سے ایکدم نہیں ہوتا امن مجھے

فرقت سے داغ دل میں ہوئے اسقدر کہ
بالکل خزاں نظر میں ہے سیر چمن مجھے

زنجیر پا میں اہل وحشی کو مت کرو
کافی ہے تار زلف کی اسکی رسن مجھے

پروانہ ایک بار اگر جل گیا تو کیا
دنرات بس یہی ہے یہ سوز و جلن مجھے

شیریں لبونکے سامنے او سرخ لب تری
کمتر دکھائی دیتا ہے لعل یمن مجھے

اب کلی سنور کے یار تو جاتا ہے ہوں کس طرح
مارے ہی ڈالے ہے یہ ترا سادہ پن مجھے

فرقت میں تیری مر گیا ضامن خدا سے ڈر
تو آکے اپنے ہاتھ سے پہنا کفن مجھے

دلبر رعنا وہی ہے عاشق شیدا وہی
غمزدونکا دل وہی ہے راحت فزا وہی

جب تو پنہاں تھا وہ پیارہ پڑہا ہوتا میں
اب تو ظاہر ہو بہو جلوہ نما ہیگا وہی

قمری و بلبل وہی ہے لالہ و سرو چمن
گل وہی سنبل وہی ہے نرگس شہلا وہی

رخ وہی کاکل وہی ابرو وہی چشم سیاہ
آئینہ میں گلرخوں کا چہرۂ زیبا وہی

عرش سے فرش تلک میگا یہ سب اسکا ظہور
عالم سفلی وہی ہے عالم بالا وہی

کون ہے اسکے سوا جب کھل گیا راز درون
پردۂ لا میں وہی ہے معنئ الا وہی

گوہر معنی وہی ہے موج زن دریا وہی
صابر مظہر وہی ہے ضامن شیدا وہی

جدہر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
جو تھا راز پنہاں سو وہ ہو بہو ہے

ہوئے جب سے عاشق ہم اپنے عزیز و
طلب ہمکو اپنی ہے اور جستجو ہے

بجز حق نہیں ہے کوئی جسم و جاں میں
صدائے انا الحق کی یوں گفتگو ہے

کبھی بنکے مجنوں وہ بن کو سدھارا
کہیں چاک دامان کرتا رفو ہے

کہیں متقی ہوکے مسجد میں بیٹھا
کہیں خون عاشق سے کرتا وضو ہے

کہیں رند مشرب کہیں ہے وہ صوفی
نہیں اس سے خالی کوئی رنگ و بو ہے

ہزاروں ہے ہو مست پی کر کے ساغر
پیالے کی مے کا دہن پر سبو ہے

شہید ازل اسکے خنجر کا ہوں میں
بہا جس کے کوچہ میں اپنا لہو ہے

نزول اسکی رحمت ہے ہم پر ہمیشہ
جو کہتا وہ خود آپ لا تقنطوا ہے

لگے آگ جلجائے میخانہ او مے
جو ساقی نہیں اور مے پر سبو ہے

سوا تیرے ضامن نہ دیکھے کسی کو
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے

ظاہر باطن تو نظر آیا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے
اول آخر تو ہی خدایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

قاضی بنکر فتوی لگایا ملا ہوکے وعظ سنایا
دیر میں جا ناقوس بجایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

وحدت کثرت ایک ہیں تیری ذات سے تیری سب ہیں
کیا کیا جلوہ تو نے دکھایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

موتی محض برف و آب جیسے یا عین حباب
اپنے اندر آپ سمایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

عالم صوفی اور رند سبوکش عربدہ جو
فوق تحت سب تو نے بنایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

باطن میں تو احد کہایا ظاہر میں احمد ہو آیا
تجھ بن کوئی نظر نہ آیا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

وہاں سے یاں کیوں تو لے آئے ہم ہمیں نہیں تھا وہاں کچھ بھی غم
ملک عدم سے تو ہمیں لایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

نحن اقرب آپ کہے تو بولا ہے کچھ بھید نہیں تو
جال مکر کا تو نے بچھایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

آپ ہی عکس اور آپ ہی سایہ آپ ہی معلم خود ٹھہرایا
آپ کو ڈھونڈھا آپ نے پایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

آپ ہی عاشق اور معشوق آپ ہی طالب اور مطلوب
اپنے اوپر آپ لبھایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

اپنا عاشق آپ ہوا تو اپنا ہی خود آپ چھپا
ضامن علی ہو دل کو جلایا جو کچھ ہے سو تو ہی ہے

صنم دیکھا ترا جلوہ کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے
کہیں بندہ کہیں مولا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

کہیں عاشق ہوا اپنا کہیں معشوق کہلایا
کہیں مجنوں کہیں لیلے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

کہیں پروانہ سوزاں کہیں وہ شمع سا گریاں
وہ ہرجائی ہے ہر اک جا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

وہ محبوب خدا پیارا محمد سرور عالم
کہیں موسیٰ کہیں عیسیٰ کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

مثال نرگس حیراں گریباں چاک مثل گل
وہی ہے بلبل شیدا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

ہو الاول ہو الآخر ہو الباطن ہو الظاہر
وہی دانا وہی بینا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

چھپی وحدت ہے کثرت میں ملی کثرت ہے وحدت میں
دکھا منہ پھیر کیا پردہ کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

وہی واحد احد مطلق منزہ ہے خدا برحق
وہ ہرجائی ہے خود ہر جا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

کہیں یوسف بنا پیارا زلیخا جلوۂ زیبا
جدائی سے مجھے مارا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

کبھی زاہد کبھی عابد کبھی وہ بادہ پیما ہے
اسے ہر رنگ میں دیکھا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

کہیں ہے گل کہیں بلبل کہیں سرو اور کہیں قمری
طلسم اسکا یہ ہے کیا کیا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

وہ آپ ہی سنبل و لالہ وہ آپ ہی سرو قد بالا
وہ آپ ہی نرگس شہلا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

کبھی مظہر کبھی ضامن کہیں مشکل کشا حیدر
چھپا پردوں میں ہے کیا کیا کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے

باقی نہ میں رہوں نہ میری آرزو رہے
یہ آرزو ہے ذات مقدس میں تو ہی تو رہے

جاتا رہے نشان تعین کا سر بسر
ذات بحت محیط مگر ہو بہو رہے

عاشق کو چاہیے کہ نماز فنا پڑھے
خون جگر کے آپ ہی کرتا وضو رہے

نافہ ہے تیری ناف میں آہوی ختن — جس سے دماغ تیرا اسد امشکبو سے ہے

پیاسا نجاے کوئی تری مے سے ساقیا — جاری رہے یہ دور ترا پر سبو رہے

جوشِ جنوں نجائیگا ہرگز یہ قصد سے — باقی نہ گو کہ تن میں ہماری لہو رہے

عاشق کو تیری دولتِ فصل بہا حسن — حاصل نہو تو حشر تلک جستجو رہے

قاتل تجھے قسم ہے ذبح کر تو یوں مجھے — تسمہ لگا نہ باقی ذرا ایک مو رہے

منزل میں عاشقوں کی نہیں بوالہوس کو راہ — جاناں کو جان دی تو تری آبرو رہے

سب نے عزیزو ہمکو دیا ہے جواب صاف — مونس ہمارا ایک یہی ہاو ہو رہے

ای غیرت دوئی تو ذرا دل میں آ تو دیکھ
ضامن ہوا اسکا میں جو اگر وہ کبھو رہے

دل عاشق میں وہ شور و شر ہے — زمیں پر پانوں ہیں گردوں پہ سر ہے

مصیبت بیقراری سے مری ہائے — ارے ظالم تجھے کچھ بھی خبر ہے

جلا کر شمع کے مانند اے شمع — ملایا خاک میں کیوں سر بسر ہے

تکیں ہیں راہ تیری رات دن ہم — ہماری شام ہے اور یہ سحر ہے

کلیجا کھا لیا غم نے مع دل — کدھر ہے دل کہاں میرا جگر ہے

وصال یار حاصل ہو تو لیکن — جدائی کا مجھے خوف و خطر ہے

نہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں عزیزو — بلائے ناگہانی کا اثر ہے

ترے کوچہ میں آ بیٹھا ہے ضامن
یہی مسکن ہے اپنا اور یہ گھر ہے

گرمی بازار الفت سے جو تو بیزار ہے — کیوں نشاطِ دل تبا تجکو یہ کیا آزار ہے

گوشہ کوئے وفا میں خاک اپنی ہے پڑی — لیگئی کس جا صبا کیا مٹی اپنی خوار ہے

اس بہار حسن کا گجرا جو یاد آیا تجھے — پڑ گیا اپنے گلے میں آنسوؤں کا تار ہے

اور رقیبوں جب تو ہم جلتے تھے سو زعشق میں — اب جلائیں گی تمہیں ہم اپنی اپنی بات ہے

دین و دنیا دے چکا ہوں اور کیا باقی رہا — جان عاشق ہے فقط حاضر تجھے تیار ہے

ہو گیا بیخود وہ جسنے ایکدم دیکھا ہی
دیکھ لو یہ دی صنم کو نقشہ دیوار ہے

قافلہ تیرے شہیدونکا عدم کو ہی رواں
آہ کا نیزہ لیے ہر اک صنم تیار ہے

دیکھیے کس کس کی آئی ہی قضا ای دوستو
ہاتھ میں بیرحم قاتل کے علم تلوار ہے

سرو قد رخسار گل غنچہ دہن بوی سمن
جلوہ حسن پریرو خوب ہی گلزار ہے

اضطراب دل سے مت گھبرا مشتاق تو
آئیگا وہ ضامن وصل کا اقرار ہی

گم گشتۂ از خود کو کبھی پا نہیں کرتے
اسطرف کی راہ ادھر آیا نہیں کرتے

ہم شورش وحشت کو چلایا نہیں کرتے
زنجیر کو بیڑینکی ہلایا نہیں کرتے

محفل میں ترے آنیسے بندے ہوے ہیں عاشق
پروانہ کو ای شمع ہٹایا نہیں کرتے

ہیں گو ہر دل کو جیسے دلدار میں کھویا
کھویا ہی دوا جسے پایا نہیں کرتے

عاشق دل و جان تیغ ہیں کیا کیا نہیں کرتے
پر یار کی نظروں میں سمایا نہیں کرتے

بیجرم علم تیغ جفا ایسے ستمگر
دشنام بلا وجہ سنایا نہیں کرتے

گر لاکھ کہو ایک نہ مانے وہ جفا جو
اسطرح کی روٹھے کو منایا نہیں کرتے

میں اور رقیب اپنا ہیں جو خنجر براں
دو ایک میاں بیچ سمایا نہیں کرتے

جو یار کے قدموں کے ہوئی خاک میں ضامن
دربار الم سر پر اٹھایا نہیں کرتے

دل ہم کسی دلبر سے لگایا نہ کریں گے
فرقت کے ستم رنج اٹھایا نکریں گے

ہم راز شب وصل ہویدا نکریں گے
پر جور و جفا آپ کے اخفا نکریں گے

وہ تیغ بکف آئے ہیں صرفہ نکریں گو
سر دیویں گے ہم بھی کبھی قفا نکریں گے

کب چھوڑتے وحشت سے گریبان رفو کو
ہم چاک گریباں کو سلایا نکریں گے

مر جائیں گے ہم کھا کے چھری ہاتھ سے اپنے
وہ چہرۂ زیبا جو دکھایا نکریں گے

مشکل ہے علاج دل بیمار طبیبو
عیسے بھی مرض کو اچھا نکریں گے

ترسائے ہے ہر دم ہمیں وہ کافر ترسا
جب اسکو نہ چاہیں گے تو ترسا کرینگے

دل چھین لیا قتل کیا گھر سے نکالا
کیا کیا نہ کیا اور وہ کب کیا نکریں گے

ہم عاشق جانباز ہیں قاتل نہ خنجر
تڑپیں گے نہ چلائیں گے نالہ نکریں گے

جو طفل زمیں پر جوں گرا کرتے ہو آنسو
ہر دم تمہیں اے رشک سنبھالا نکریں گے

آب دم شمشیر سے کر حلق مرا تر
ہم آب بقا کی بھی تمنا نکریں گے

گر بحر خجالت میں ہو ہو تے ہو تم غرق
ہم آپ کی آگے کبھی رویا نکریں گے

قاصد جو گیا پھر کے وہ جیتا نہیں آیا
آیندہ وہاں خط کبھی بھیجا نکرینگے

ضامن دل پر وردہ سے کبھی آہ نکرنا
ان شعلوں کو افلاک سنبھالا نکرینگے

مقتل میں شہید نگے اب جانا ہی بہتر ہے
قدموں پہ ستمگر کے مرجانا ہی بہتر ہے

مشہور ہوا مجنوں دنیا میں تو کیا حاصل
اس عالم شہرت سی گم جانا ہی بہتر ہے

مانند شمع کوئی جلا ہے تپش دل کی
خاموش سیر محفل جل جانا ہی بہتر ہے

زاہد کی نماز ولنے یہ عشق عبادت ہے
پر جوش محبت کا جم جانا ہی بہتر ہے

وحشت مجھے لے پہونچی کوچہ میں پریرو کے
دل سوزش الفت سی دیوانہ ہی بہتر ہے

بن یار تو اے یار و جینا مجھے مشکل ہے
اس داغ جدائی سی تو سم کھانا ہی بہتر ہے

تڑپے ہے وہ لوٹے ہے ضامن جسے کہتی ہیں
بسمل کا تو قاتل کو تڑپانا ہی بہتر ہے

وہ نظر آتا نہیں پر ہے نظر کے سامنے
چشم اعمی کیا کرے شمس و قمر کے سامنے

او ستمگر بے وفا چہرہ دکھا
رات دن رہتا ہوں بیٹھا تیری در کی سامنے

میں جو دی ہی اپنی گذرون او رانیر ہوں نثار
وہ پری گر آج آجائے سنور کے سامنے

گر کوئی پوچھے مصیبت کو مری اے دوستو
ہنسکے کر دوں جب ہو اس بیخبر کی سامنے

قلزم گریہ کی طوفاں میں بہجائیگا چرخ
ہے حباب آسا یہ خیمہ چشم تر کے سامنے

دل تو میں دے ہی چکا ہوں سر بھی میرا لیجیے
تیر تن کی سامنے ہے تیغ سر کے سامنے

ناز سے جادو سے غمزہ سی کرے ہے قتل وہ
کس طرح کوئی بچے اس فتنہ گر کے سامنے

میں کہاں منہ نا ہو تجھ سے وہ لگا کہنے کہ جھوٹ
ہمکو جب چاند دکھاوے ہمکو مر کے سامنے

ساقیا تشنہ لبی ضامن کی حد سے بڑھ گئی
ساغر مے لائیے جلدی سے بھر کے سامنے

ہم ہیں کافر عشق کے کافر ہمارا عشق ہے
راحت جان عشق ہے جان سے پیارا عشق ہے

عشق لایا تھا عدم سے ورنہ کیوں آتے یہاں
پھر لئے جاتا ہے ہمکو واں دوبارا عشق ہے

لی مع اللہ آپ بولا اور انا الحق برملا
اور صدائے لن ترانی کہ پکارا عشق ہے

عشق کے دریا میں گر کر کون نکلا ہے میاں
جسکو کہتے ہیں وہ دریائے کنارا عشق ہے

عشق ہے معشوق مولا عشق ہے سب کا ظہور
عرش سے لے فرش تک بالکل یہ سارا عشق ہے

کب فرشتوں کی ہے طاقت لامکاں پر جا سکیں
حضرت انساں کو واں تک لے سدھارا عشق ہے

بار الفت میں نے پایا مشکل اٹھ سکتا نہیں
اے صنم سینہ پہ میرے سنگ خارا عشق ہے

زکریا کی طرح میں تو صبر کر کے رہ گیا
سر پہ میرے دمبدم چلتا یہ آرا عشق ہے

کھل نہیں سکتا ہے عقدہ ناخن تدبیر سے
اس طرح کا زخم سنگیں ہائے بارا عشق ہے

مقصد کونین حاصل عشق سے ہوتے ہیں کل
سعد اکبر نیک بختی کا ستارا عشق ہے

عشق کی شیرینی لذت بیاں کیا کیا کروں
دودھ پیڑا مصری اور لڈو چھوارا عشق ہے

حور جنت لے کے ضامن ہار نجہ بن کیا کرے
ہم ہیں عاشق آپ کے ہمکو تمہارا عشق ہے

آہِ سوزاں سے ہماری پر خجالت برق ہے
ابر گریہ سے مری پانی میں اشک غرق ہے

میں ہوا ہوں سنکے عاشق وہ ہوا ہے دیکھ کے
مجھ میں اور مجنوں میں اتنا ہی عزیزو فرق ہے

خوب رو دنیا کی تیرے سامنے ہوں اے دلربا
مہ ستارے تو بیاں ہے آفتاب شرق ہے

عرق آب حسن میں ہے مہر چرخ دلبری
روئے تاباں صنم کی ابتو آیا عرق ہے

عشق کے دفتر کی ضامن گر کوئی لکھی کتاب
قصہ فرہاد مجنوں اسکا آدھا ورق ہے

چینی رنگ نزار دو دو پٹے والے
سب ترے سامنے ہیں گرد دوپٹے والے

حسن دو بالا ہوا جبکہ ملا رنگ سی رنگ
دیکھ تجھکو ہوئے سب سرد دوپٹے والے

چشم نرگس کو ہوا رشک سی یرقاں کا اثر
دیکھ رخسار گل زرد دوپٹے والے

رنج ہجراں سے تری زرد گل شرف ہے
دل میں میرے بھی اٹھا درد دوپٹے والے

آئے معشوق ہین گو کہ بسنتی جوڑے
حسن تیرا ہی مگر فرد دوپٹے والے

گل صدبرگ نے گلشن میں گریباں پھاڑا
دیکھ تیری تئیں بے پردہ دوپٹے والے

صندلی رنگ سی تیری ہوا ضامن کو نصیب
آہ و سرد در رخ زرد دوپٹے والے

بن تری جان مری جان نکلتے گذری
عمر ساری کف افسوس کو ملتے گذری

دیکھتے ہی رخ تاباں کی تجلی کو ترے
رشک سی تا بسحر شمع کو جلتے گذری

تشنۂ عشق بتاں کا کبھی اترا نہ خمار
مے الفت کو خم دل سی ابلتے گذری

بوی کاکل سی دماغ اپنا معطر نہ ہوا
تجکو بھی ہای صبا ہمسے تو ٹلتے گذری

شاخ دل کو تو ہوای غم فرقت سی تری
بید لرزاں کے نمط ہجر کو ہلتے گذری

ایکدم باقی ہے اب تو کہیں آ شکل دکھا
حالت نزع میں بس ہمکو سنبھلتے گذری

منزل یار تلک ہای نہ پونچا ضامن
آفریں عمر کو اس راہ میں چلتے گذری

پہلو سی لیگیا وہ مری دل نکال کے
دلکو جگر کو دونوں کو شامل نکال کے

کاکل کے دام میں ہے کیا مرغ دل اسیر
صیاد تو نے رخ سیہ تل نکال کے

ناحق کیا جو قتل مجھے میں دکھا دیا
باب انفعال کا وہی فاعل نکال کے

آنکھیں تری وہ زرد دلاور ہیں راہزن
لیجائیں جان کو بر سر محفل نکال کے

مانگے ہے جان وصل سی پہلے ہی ہای یار
حجت وہ پیش کرتا ہے مشکل نکال کے

یہ فتح کیا ہے مجکو تو جب آپ چاہیئے
بسمل کی جان تن سی تو قاتل نکال کے

تیغ جفا سی اسکی خطا وار بچ گئے
چن چن کے مارتا ہے وہ گھائل نکال کے

قاتل یہ یادگار ہے پیکان ڈھونڈھ مت
دیگا نہیں جگر سی یہ بسمل نکال کے

عنقا صفت وہ یار ہے مت ڈھونڈھ ڈھونڈھیے
ضامن خیال دل سے یہ باطل نکال کے

عارض سے کب ہے زلف معنبر لگی ہوئی
ناگن سی ہے یہ گل کے برابر لگی ہوئی

ہے عشق گل میں بلبل مضطر لگی ہوئی
سر پر خزاں ہے گل کے سراسر لگی ہوئی

سینہ جلا داغ دل و جان جل گئے
کیونکر بجھے یہ آگ ہے گھر گھر لگی ہوئی

آنکھوں نے رو کے کشتی تن کو بہا دیا
گریہ میں ہے یہ موج سمندر لگی ہوئی

اک دم میں طے ہو منزل فرقت شتاب چل
ہے لاگ میرے قند میں ظاہر لگی ہوئی

خط کا جواب لادیگا تو مرغ تیز پر
تجھکو ملی ہے واں کی کبوتر لگی ہوئی

قاتل نمک چھڑک کے تر زخموں پہ خوب سا
ہے تیغ آبدار مکرر لگی ہوئی

بسمل کو لوٹنے نہ دیا خاک پہ ذری
حسرت رہی یہ دل میں ستمگر لگی ہوئی

ناسور دل عزیز دکھاؤں میں کیا مہتیر
تیر مژہ کی بھال ہے اندر لگی ہوئی

گلشن میں شک گل تری غیرت سے ہے سدا
مہر سکوت غنچوں کو منہ پر لگی ہوئی

اعدا کے گھر تو یار ہوا اور ہمکو صبح تک
تاروں کی ہے شمار تو شب بھر لگی ہوئی

ای مرغ دل تو تو نہیں صیاد میں بچا
زلف دو تا کمند ہے کافر لگی ہوئی

کچھ حال اس کا کہہ نہیں سکتا ہوں غم سے ہے
مہر سکوت ہے یہ دہن پر لگی ہوئی

زاہد میں سن رہا ہوں نالحق کا قلقلا
مے کی صراحی منہ سے بہتر لگی ہوئی

ضامن یہی ہے اپنا وسیلہ نجات کا
دل میں ہماری چاہ ہے منظر لگی ہوئی

پھرتا ہے ڈھونڈھتا مجنوں کدھر گئی لیلی
کہ اب تلک نہیں آئی ہے میرے گھر لیلی

یہی ہے تری مجنوں کے بیشتر لیلے
کہ چند روز سے آئی نہیں نظر لیلے

سحر سے شام تلک قیس نے یہ کی فریاد
کہاں گئی مری لیلی کدھر گئی لیلے

تجھے بھی چاہیے مجنوں کی منزلت جانی
ہماری چاہ سے تیری ہوئی قدر لیلے

پسند عالم بالا بھی نرنگ ہوا
مدام رکھتا ہے آغوش میں قمر لیلے

غضب ہے خاک میں ملجائے یہ ترا مجنوں / اور اُسکے حال سے اپنی ہو بیخبر لیلے

مثال نے کے ہے مجنوں کے استخواں میں دم / جفا و جور و ستم اسقدر نہ کر لیلے

جو سوز عشق میں جلجائے جان مجنوں کی / مثال شمع یہ جلتا ہے جگر لیلے

یہ بیشمار نگ میں ہے راز صنعت خالق / کہ لگ نجائے کسی کی تجھے نظر لیلے

پری ہو یوسف ہو ماہ پارہ ہو / نہ دیکھے مجنوں سوا تیرے غور کر لیلے

تمام دن تو یہ ناقہ کے ساتھ دوڑا ہے / کھڑا ہے شام سے مجنوں سحر ہوئی لیلی

میں ایسی لیلی کا مجنوں ہوں سن لے ای مجنوں / پھرے ہے ڈھونڈھتی مجکو دربدر لیلی

جسے تو ڈھونڈھتی ہے صحرا و دشت میں ضامن / وہ میرے پاس ہے مدت سے جلوہ گر لیلی

ہم کو تم جبکہ اے صاحب من بھول گئے / ہم کو بھی تم کو دہی عہد شکن بھول گئے

جب سے عاشق ہوگئے اس رشک چمن پر ہمتو / لالہ و سنبل و گل سرو و سمن بھول گئے

کیا فدا ہوئے دل و جاں سے کسی بت پہ خدا / وہ ہی تن میں مجھے وہ کرکے دفن بھول گئے

اضطراب دل وحشی نے بھلایا یا شک / یاد کیجیہ بھی نہیں ہم سارے فن بھول گئے

بیچ فرقت میں میری عمر بسر گو کہ ہوئی / وصل کے روز سبھی رنج و محن بھول گئے

جب سے سونگھا ہے وہ گیسوے معنبر ہمنے / سنبل و نافہ و چین مشک ختن بھول گئے

رشک سے خون ہوا لب جو ترے دیکھ لئے / جوہری قیمت خوش لعل یمن بھول گئے

ہمکو خاک در جاناں کی محبت یہ ہوئی / عیش فردوس بمثال عدن بھول گئے

مثل بلبل کے تری یاد میں ہوں نعرہ زن / پر مجھے آپ ہی اے غنچہ دہن بھول گئے

ناوک انداز نہ چھوڑا ہے کوئی طائر دل / اپنے تم صید کو کیوں تیر فگن بھول گئے

چیر ڈالا تن عریاں کو گریباں سمجھا / ای جنوں عہد میں ہم چاک کفن بھول گئے

اس بہار ستئہ دنیا پہ یہ اہل دنیا / پانچ دن کے لئے وہ اصل وطن بھول گئے

کوچہ یار میں جا کر کے نہ آیا کوئی / تم بھی ضامن جو وہاں پہنچے وطن بھول گئے

آتش الفت نے یہ ڈالے بدن میں آبلے
قبر میں ہم لیگئے پنہاں کفن میں آبلے

عشق کی آتش ازل سی نشانۂ ذاتی ہیں ہم
اسلئے پڑتے تھے ہمبر پائی تن میں آبلے

کیا ہی گرمی ہے شب فرقت کی لیتی ہے بغل
آہ سوزاں سی پڑی ہمبر بدن میں آبلے

چرخ پر انجم نہ سمجھو عاشقوں کی آہ نے
ہیں یہ ڈالے جابجا چرخ کہن میں آبلے

میں ہوں شعلہ آگ کا شاید کہ یوں سی مری
پڑ گئے پائیں یار کی سیب ذقن میں آبلے

جستجوی یار میں ڈیلے ہیں عاشق کو ضرر
پانو نہیں مجنوں کو دست کوہکن میں آبلے

واہ واہ ای گرمی سودا تری جولانیاں
بیٹھے بیٹھے پڑ گئی میرے وطن میں آبلے

کب بغل میں ہوں چھپائی شیشۂ محتسب
ہیں دل پروانہ آتش فگن میں آبلے

رہ گئی کانٹوں میں الجھے پانو کی چھالی مرے
پھول نرگس کے کھلے ہیں کیا ہی بن میں آبلے

کل سکے کھانے سے سر شہرت ہوئی جب خلق ہو
کب چھپائی سے چھپے ہیں پیرہن میں آبلے

مثل پروانے کے ضامن شمع رو کی عشق میں
پھوڑ اپنے دل کے تو اُسکی لگن میں آبلے

تھے زبان خار صحرا کے دہن میں آبلے
آبلے پاؤں کے لیکر لے بن میں آبلے

حلق میرا خشک ہے اور آب خنجر ہے رواں
کوئی کہتا ہے نہیں یہ دہن میں آبلے

راہ غربت میں تھکا سر پر اٹھا جب مجھ کو
تھی رفیق راہ یہ سچ دو دہن میں آبلے

پاؤں میں مجنوں کے چھالے تھے پڑی تا قد لیلیٰ
اب وہ ضامن تو نے باندھی ہیں سخن میں آبلے

ترے عشق میں ہو قمری کیا ہی تقیدی رہی
ملے تو نے پوچھا نہ حال کچھ تجھے ایسی بےخبری رہی

ہو خشک اپنا بیاض تن نہ رہا وہ گل نہ رہا چمن
مگر ایک نرگس چشم نم تری دیکھنے کو ہری رہی

مجھے ساقیا وہ نشا پلا سکے جس سے جلد فنا بقا
تو خیال دل میں نہ لا کہ نہ پیالی مے کی بھری رہی

یہ شعور گل ہے یہی ترا تو خود آپ پا ہے ای خدا
سو عجب طلسم بنا ترا تری ذات اس سے بری رہی

مجھے جب سے ای مری ساقیا مجھے جام محو پلا دیا
نہ خیال ہستی دلربا نہ نگاہ جلوہ گری رہی

بتلا اپنا نام و نشان گل کسی کہہ کہتا ہے گل
نہ وہاں ہے راحت و رنج کو عمل نہ تو اپنی خبری رہی

ہے مکاں اپنا لامکاں سو نشاں اپنا ہے بے نشان
اب ضامن آکرے کیا بیان کنہ وہ بھی نہاں ہی

ابر گریاں ہی ہماری چشم گریاں دیکھ کے
لوٹتی ہی برق میری دلکو بریاں دیکھ کے

تاب کیا تیری مقابل حسن کی ہو ماہتاب
شمس ٹھرایا ہو جسدم روی تاباں دیکھ کر

اے حبیب جاں مسیحا اپنے کشتہ کو جلا
دل دیا تھا تجھکو درد رماں دیکھ کر

مجھسی یہ جور و جفا اعداسی ہو مہر و وفا
کیجیو انصاف تم ای اہل ایماں دیکھ کے

دیکھ کر اسکو ملائک جب کہیں صل علے
جلوہ حق ہمنے دیکھا روئے انساں دیکھ کے

عشق کی جنگل میں پھرتا ہوں ہنہ یا بھی
راہ بھولا ہوں بیتا خفتہ بیاباں دیکھ کے

جب خیال آیا ترے ضامن کی ہستی پھر کھلا
مثل شب ہے عدم سر رشتہ جاں دیکھ کے

ہستی یہ رنگ پان لب فتنہ زا کی ہے
گویا شفق کے بیچ سیاہی گھٹا کی ہی

رخسارہ مصحفی یہ وہ کاکل بلا کی ہے
حافظ قرآں سانپ ہو قدرت خدا کی ہی

نازو ادا کی آنکھ غضب سرمہ سا کی ہے
دنبالہ سرمہ چشم تو برچھی قضا کی ہے

سرخ اوڑھنی کی بیچ وہ کاکل وہ زلف تار
آتش تلی دھواں ہی یہ قدرت خدا کی ہی

آنکھوں میں ڈوری سرخ وہ چشم سیاہ کے
بجلی چمکتی ہی یہ سیاہی گھٹا کی ہے

اچھا ہوا جو ہٹ کے نہ آیا وہ مر گیا
تاثیر کوی یار میں دار الشفا کی ہے

تیر نگاہ یار سے کیونکر بچے کوئی
مژگان چشم دیکھیے برچھی قضا کی ہی

فرہاد کی طرح لب شیریں کی بوسہ بن
بے جرم مارا جاؤں مرضی خدا کی ہے

سجدہ کروں نہ کیونکر نہ تیغ تب بھلا
آواز کان میں مری قالوا بلی کی ہے

بیخود ہو میاں رہ ہستی سی جا گذر
منزل یہی فنا کی ہے یہ ہی بقا کی ہے

ضامن علی ہو جسکا اسے خوف حشر کیا
امداد ساتھ میری تو مشکل کشا کی ہے

دل کو ہماری چاہ اسی بیوفا کی ہے
دل رات جس کی چاہ میں خواہش قضا کی ہے

کس طرح چوم لوں میں کفِ پائے نازنیں
پاپوش کی طلب سی رنگ حنا کی ہے

کیا آرزوی وصل بت بیوفا کی ہے
عادت جسے ہمیشہ سی جور وجفا کی ہے

ہر ہر قدم پہ اسکے ہے اعجاز عیسوی
رفتار اس پری کی یہ ناز و ادا کی ہے

باب قبول اسپہ عزیزو ہوی ہیں بند
بازو شکستہ یا کہیں مرغ وفا کی ہے

خانہ خدا لے سانپ نے آکر کیا ہے گھر
دل میں ہماری یاد جو زلف دوتا کی ہے

مجکو ہوا ہے شوق اوڑا لیجیے او وہ
دل میں ہوا بھری ہے مگر اس دلربا کی ہے

ناز و ادا کے صدقے تری بول چال کے
تو گالیاں دے ہم کہیں رحمت خدا کی ہے

کچھ خوف حشر کا نہیں ضامن کو یا علی
امید ہمکو ساقی روز جزا کی ہے

دل حیران کی تسکیں کو خیال یار کافی ہے
بجائے نکہت گلشن رخ دلدار کافی ہے

ہمارا پیرہن زیبا ہوا ہے خاک صحرائی
تن عریاں پہ عریانی قلندروار کافی ہے

ندای لن ترانی سے کہو عاشق کو کیا حاصل
بہشت رب ارنی کو ترا دیدار کافی ہے

ہوا پر ملا دیکھوں جمال مظہر جانان
عجم پر جوش وحدت سے مرا اسرار کافی ہے

بت کافر نہیں ملتا کریگا کیا مسلمانی
لگا دے آگ مسجد کو تو تسبیح زنار کافی ہے

حجاب پردہ پوشی ہے خبردار و تسبیح کیا حاصل
کھلے بالوں چلو آؤ یہی اسرار کافی ہے

دل بیتاب مت گھبرا مثال برق اے ضامن
علاؤ الدین احمد کا ہمیں دربار کافی ہے۔

کوچہ یار میں گر اپنی رسائی ہوتی
ہمنے ویرانہ میں کیوں بستی بسائی ہوتی

یار و بیکل مری یار و نہ کل آئی ہوتی
مری گردن میں جو نازک وہ کلائی ہوتی

خوب ہوتا جو اجل تو یہاں آئی ہوتی
پیرہن اس راحت جا لینے یہ جدائی ہوتی

ہمکو تنہا کہیں گوشہ میں جو ملتا خود کام
حسرتیں دل کی سبھی ہمنے مٹائی ہوتی

کیوں تعلق کسی عیار سے تم کرتے بھلا
انکے اور میرے جو آپسمیں صفائی ہوتی

وہ ستمگر جو کبھی ہمسے موافق ہوتا
سر پہ آفت یہ جہاں کی نہ اٹھائی ہوتی

دل بیتاب ہے سیماب کے مانند مرا | ہوتا قابو میں تو اکسیر بنائی ہوتی
مرغ دل باغ میں تو نشیمن کرتا | دام کاکل سے اگر اس کی رہائی ہوتی
کیوں بھلاتا ہمیں کسی برا جانتا کیوں | اپنی قسمت میں لکھی کچھ جو بھلائی ہوتی
منتظر آمد جاناں ہوں ہمیشہ یارو | اس کے آنیکی کسی نے تو سنائی ہوتی
کیا لگیں آنکھ جہاں پائیں لگیں زخم پہ زخم | گر رفوگر کہیں ملتا تو سلائی ہوتی
تاب ہوتی رخ تاباں کو نظارہ کی اگر | ہمنے بھی آنکھ ستمگر سے لڑائی ہوتی

بت ہوا اس بت عیار کے آگے ضامن
کچھ تو بن آئی جو کچھ بات بنائی ہوتی

میں کیا ہوں کون ہوں کہو کیا میرا نام ہے | حیرت نے آ لیا مجھے صبح و شام ہے
حیرت ہے یا عدم ہے یا محو ہے نشہ میں | راہ فقر میں کیا ہی وہ عالی مقام ہے
ذات صفات گم گئی پھر کہئے کیا رہا | ہو ہوی لامکاں ہے الف ہے نہ لام ہے
لایا ہے جوش عشق کا اہل فنا کو یاں | ایسی خراب بستی میں کیا اپنا کام ہے
ہر دم شراب شوق ہم یار پیجئے | تنہا یہاں تو ایک بھی جرعہ حرام ہے
مرنے سے جو کہ پہلے ملا ذات پاک میں | باقی رہے نہ کیوں کہ وہ باقی مدام ہے

ساقی شراب عشق سے مجکو نہ بھولنا
ضامن علی ہمیشہ تمہارا غلام ہے

محفل جاناں میں پہونچ کر کوئی جلائے مجھے | مثل پروانہ کے جب وہ شمع رو جلائے مجھے
عاشق جانباز کیونکر شمع رو جلائے مجھے | مثل پروانے کے جل جاؤں تو پہنچائے مجھے
ہے یہی بہتر کہ کوئی یار میں جا تو دل | غمزہ اسکی یا اشک دیویں کہ کھلائے مجھے
خاک و خون اسقدر لوٹا کہ نپلا بنگیا | کافر بسمل صنم کہتے ہیں کھلائے مجھے
فرقت جاناں نے میرا حال ایسا کر دیا | یعنی دیوانے کہیں ہیں سارے دیوانے مجھے
اس شہید ناز کو دو غسل چشم تر سے تم | اشک خون آلودہ کہتے ہیں نہلائے مجھے
سخت جانی نے مجھے شرمندہ جاناں سے کیا | ناتواں آئے نظر وہ نازنیں شانے مجھے

استخواں جلکر کے خاکستر مری ہو جائیں گے
عشق کی آتش ہی آئی ہے تو بھڑکانے مجھے

عشق مت کر اس صنم کا دیکھ پچھتاویگا تو
یہ ہی سمجھاتے تھے اپنے بیگانے مجھے

شہر میں خفقان ہے اور صحرا میں وحشت مجھے
اچھے اچھے کو خدا جانے ہوا کیا ہے مجھے

زندگی بن یار کے مشکل ہے اکدم بھی مجھے
اے عزیزو تم ذرا سا زہر دو کھانے مجھے

میں بچا ونگا اٹھا مت عاشق جانباز کو
اے خدا کیواسطے قدموں پہ مرجانے مجھے

میرے پہلو سے وہ اٹھ جائے وہیں جیتا رہوں
چند دم باقی رہے ہیں ہائے ٹھہرانے مجھے

یہ متاع صبر دل ضامن لیا ہے کسنے لوٹ
دل کی بیتابی لگی ہے ہائے گھبرانے مجھے

مرا دل لے کے ظالم نے دغا کی
جفا وہ کی کہ توبہ ہے خدا کی

تری کاکل سے چھٹنے کا نہیں دل
محبت ہوگئی ہے کس بلا کی

ہزاروں دل کئے ہیں تونے پامال
تری وہ چال ہے ناز و ادا کی

ہم اسکو چاہیں وہ ہم سے خفا ہو
دلا یہ بھی تو ہے قدرت خدا کی

پلایا زہر فرقت او مسیحا
مریض عشق کی اچھی دوا کی

جفا کی اس نے جب ہمنے وفا کی
ارے ظالم میں لائق تھا سزا کی

مریض عشق کو دی زہر فرقت
یہی دارو ہے اس دار الشفا کی

ہمارے عشق نے کیں ہڈیاں نوش
ضیافت کر چکے ہم تو ہما کی

یہی باران رحمت ہے خدا کی
ہمیں آنکھیں جو گریہ کی خطا کی

رنگے میرے لہو میں حیلہ گر ہاتھ
یہ سرخی ہے کہاں رنگ حنا کی

مچا نا سوز دل شمع کا یارو
وہ ساری رات محفل میں جلا کی

رخ آئینہ پر نور خوباں
تجلی ہے یہ دیدار خدا کی

سوا تیرے نہیں ہے کوئی ایسا
ہماری درد و غم کا ہو وہ شاکی

اذیت اور مصیبت میں ہمیشہ
دل ضامن نے بس انکو دعا کی

تمہاری زلف مشکیں کو جو ہم مشک خطا سمجھے
خطا سمجھے تو یہ سمجھو تری کاکل کو کیا سمجھے

وہ جدول لاجوردی ہے رخ مصحف کی صفحہ پر
اسے فیہا حمائل کا رخ مصحف کی جا سمجھے

رخ روشن کو ہم اسکے دلوں کا آئینہ سمجھے
منور نور اقدس ہے تجلی خدا سمجھے

ہم اسکی چشم ابرو کو کہو یارو کہ کیا سمجھے
اسے ہم چشمۂ کوثر اسے تیغ جفا سمجھے

رفیق اپنا جو اک دل تھا خدا جانے کہاں پہنچا
وہی اپنا وہاں دشمن جسے ہم آشنا سمجھے

نہیں کہتا ہوں نزد دل ستمگر سے میں ڈرتا ہوں
دل قاتل میں کیا گذری خدا جانے وہ کیا سمجھے

مجھے پہلو سے دلبر کی کہاں اعدا نے ہے کھینچا
خدا سمجھے رقیبوں سے علی مشکلکشا سمجھے

صنم کو تم نوا ہی ضامن جو لائق تھا سمجھنا سمجھو
تمہیں بھی کچھ وہ سمجھے وہ تمہیں انکی بلا سمجھے

رخ روشن کو ہم اسکے تجلی خدا سمجھے
بجا سمجھے حقیقت میں جو راز انبیا سمجھے

تمہاری آئینہ رخ کو جو ہم عکس نما سمجھے
جمال نور احمد کو رخ نور خدا سمجھے

سمجھکر بوجھکر اے دل ہوئے غافل یہ کیا سمجھے
جو تھا مخفی اسے ظاہر جو ظاہر تھا چھپا سمجھے

حصول معرفت ذاتی خدا کی عاشقو یہ ہے
فنا کو جو بقا سمجھے بقا کو جو فنا سمجھے

سمجھ ہے اپنی اپنی اور عقیدہ اپنا اپنا ہے
کوئی اس بت کو کچھ سمجھے ہم اس بت کو خدا سمجھے

خدا سے جدا کیا ہے حباب بحر کے مانند
یہ ہے اک موج زن دریا اور وہ آشنا سمجھے

عجب بھید ہے یارو یہ الٹی بات کیا سمجھے
ہمیں وہ ہیں بلا سمجھے ہم انکو ہیں شفا سمجھے

مٹا کر لوح ہستی سے رقم حرف خودی سمجھے
بقا ذاتی کے معنوں کو کوئی اہل فنا سمجھے

بہر صورت وہ ہے ظاہر مقید ہم ہیں صورت کے
خطا اپنی سمجھ کی ہے جو ہم سمجھے خطا سمجھے

رضامندی سے جاں دینا نہ کچھ خواہش ہو جاناں سے
شہادت کا مزا ضامن شہید کربلا سمجھے

تمہاری کاکل مشکیں کو کوئی کیا سمجھے
کہا کہ سنبل تر اسکو ہم بلا سمجھے

تمہاری ابروی خمدار عید کا ہے ہلال
ہم اسکو تیغ جفا خنجر قضا سمجھے

صنم کو کوئی سمجھتا ہے سنگدل کافر
ہم اسکو کعبۂ جاں جلوۂ خدا سمجھے

تمہاری چشم سیہ چشمہ حیات ہے پر
ہم اسکو جام قضا ہیں میں فتنہ زا سمجھے

کہاں وہ پیار محبت کہاں وہ لطف و کرم
ہوئی ہو ہمسے خفا اب کہو کہ کیا سمجھے

عدو کو دوست رفیقوں کو دشمن جانی
سمجھ میں آپکی قربان یہ آپ کیا سمجھے

خدا ہے عشق عزیزو یہی تاج شاہانہ
ہم اسکو ظل خدا سایۂ ہما سمجھے

سوا خدا کے نہیں ہے بقا کسی کے تئیں
وہی ہے باقی جو حق کو نہیں بقا سمجھے

نیاز اہل وفا کا ہوں قدرداں کا غلام
بری نہ سمجھو تو ضامن اسے بلا سمجھے

وہ پردہ پوش آ ملے ہمسے خدا کرے
جور و جفا سے باز رہے اور وفا کرے

پہلو سے جس کی یار گیا پھر وہ کیا کرے
خون جگر فراق صنم میں پیا کرے

میں ہوں مریض عشق طبیبو نہ دو دوا
معجون وصل یار مجھے ہاں شفا کرے

یہ زندگی ہے مرگ مرا مرگ زیست ہے
جس سے جدا ہو یار وہ کب تک جیا کرے

یاد مسی لب و دندان یار میں
تا صبح تمام رات وہ بیکل گنا رہے

مرتا ہوں میں جینا ہوا محال
کہہ دو اجل سے تو مری آکر دوا کرے

اس گل کی تو خبر ہمیں لاکر صبا سنا
ضامن تمہارے حق میں ہمیشہ دعا کرے

آشناؤں کی عزیزو آشنائی دیکھ لی
اس زمانہ کی وفا اور بیوفائی دیکھ لی

جبہ و دستار و تسبیح اور واعظ و عظاں
ان دغابازوں کی ہمنے پارسائی دیکھ لی

اور مجازی عشق کو دنیا ہے دنیا دین کو
ان بتوں کی ہمنے بالکل بیحیائی دیکھ لی

جز خدا کے عشق کی حاصل نہیں ہے نا بلا
کعبہ و مسجد میں کرکے جبہ سائی دیکھ لی

اپنے کشتہ کو تڑپتا ذبح کرکے چلدیا
ہمنے قاتل تیری خنجر کی صفائی دیکھ لی

روتے روتے کر دیا غرقاب میرا جان و تن
ہمنے اب آنکھوں تمہاری فتنہ زائی دیکھ لی

ایکدن لایا نہ اسکو یا شتک تو کھینچکر
جذبۂ دل ہمنے تیری نارسائی دیکھ لی

اے رقیب مدعی تو جا کیا جان بازیاں
ہمنے اسکی تیغ سے گردن کٹائی دیکھ لی

سامنے یہ ناتواں ہے حال کیا پوچھو ہو تم
ہمنے جو فرقت میں حالت ہے بنائی دیکھ لی

طالب دار دنیا عاقبت کرکے خراب
فرقتیں کیا کیا ہے دنیا بنائی دیکھ لی

یا خدا دکھلا دے ہمکو جلوۂ دیدار خاص
تیرے ضامن نے خداوندا تجلی دیکھ لی

جب دیدہ ہو تو رفو گر سیا کرے
ٹکڑے ہوئے ہیں غم سے دل تو علاج اسکا کیا کرے

میں گریہ کار ہوں غم فرقت میں حسرتا
ورنہ مثل گل رقیب بغل میں ہنسا کرے

پروانہ کی صفت نہ ملا وصل میں بھی چین
ہم شمع رو کی بزم میں شب بھر جلا کرے

آزاد کیجئے یا مجھے قتل کیجئے
دشنام آپکی کہو کب تک سنا کرے

آب بقا ملے نہ لب لعل یار کا
خون جگر نہ کیوں نہ ہمیشہ پیا کرے

رنگ حنا ہو خون مرا ہائے یار کا
لاشہ کو میرے پانو کسی لیئے ملا کرے

ای رشک ماہ رات کو محفل میں بن ترے
مانند شمع رات سحر تک جلا کرے

دست جنوں نے چاک گریبان کردیا
کبتک ور یدہ دامن وحشت سیا کرے

مرنے دو زہر کھا کے مرے دوستو اسے
ضامن فراق یار میں کبتک جیا کرے

آج دیکھی تری پہلو میں ہیں اغیار کئی
مرگئے ہیں اسی حسرت میں دل افگار کئی

عشق میں تیرے صنم اوبت کافر چنداں
ڈالے گردن میں یہاں بیٹھے ہیں زنار کئی

چارہ بازی نہوئی تجھسے مسیحا کچھ بھی
تیری فرقت میں ہوئے عشق کی بیمار کئی

وعدہ وصل تمہارے نہیں ہوئے سچے
ہاں غلط ہوگئے ہیں آپکے اقرار کئی

دیجئے کس کے یہ دل تنہا ضامن
دل تو ہے ایک مگر ہیں یہ طلبگار کئی

دام کاکل کو اگر وہ مدظل لیجائیں گے
دانۂ دل کیلیے ہم مرغ دل لیجائیں گے

گور کو کہتی ہے خلقت خانۂ تنہا اگر
ہم رفیق غم کو اپنے متصل لیجائینگے

ہاتھ ملنے سے تمہارے کچھ نہیں آئیگا ہاتھ
جب ترے کشتہ کو قاتل زیر گل لیجائینگے

بہر دفع ظلمت غم قبر میں ضامن علی
آتش سوزاں کو اپنی مشتعل لیجائیں گے

ہے بھی دل میں تمنا لوح مرقد کے لئے
سنگ دل کا آستانی ہم توسل لیجائینگے

خوب رونیگا ستمگر یاد کر ضامن کو آہ
جب جنازے کو ہمارے سارے دل لیجائیں گے

کیوں مرا دل اوداس رہتا ہے
رات و دن اسکو یاس رہتا ہے

زلف کافر ہے گو کہ ہے کالی
اسکے رخ سے شناس رہتا ہے

میرے ملنے کی گرچہ کھائی قسم
پر یہ دل تیرے پاس رہتا ہے

حلق کو میرے آکے کردے تر
آب خنجر کا پیاس رہتا ہے

سبز خط پر ہوئے ہیں جو کہ شہید
انکی تربت پہ گھانس رہتا ہے

آنکھ کو کھول دیکھ تو ضامن
کس کے زانو پہ راس رہتا ہے

جو دیکھا کوئی جانا نہیں تو یہ پانسو و شر ہے
صدائے الاماں ہر جا بجا اللہ اکبر ہے

وہ اسکا مصحف چہرہ وہ اسکا حسن بے پایاں
کتاب عالم امکاں بھی اسکا ایک دفتر ہے

رضائے دلبر رعنا میں کچھ مت لب کشائی کر
اگر آرا بھی پھر جائے تو وہ بھی اپنے سر پر ہے

نہ دنکو چین ہے مجکو نہ شبکو نیند آتی ہے
دل بے تاب یہ اپنا مثال برق مضطر ہے

بت کافر کی الفت میں تو ہم بھی ہو چکے کافر
صنم کا دل مگر اسکے بھی پتھر کا پتھر ہے

لکیریں ہیں حنیں یار و حنائی دست جانا نیر
لکھا قدرت کے ہاتھوں نے ہماری خون کا محضر ہے

وہ آیا گلرخ زیبا ہمارے گھر میں الفت سی
تو کاشانہ مرا اے دوستو جنت سو بہتر ہے

میں وہ مجنوں ہوں لیلیٰ مرا آرام بستی ہے
سر ہر خار صحرا پہ بچھایا اپنا بستر ہے

ہمارا ناخدا دل ہے تن کشتی میں اے ضامن
کہ جسنے عشق کے دریا میں پھینکا اپنا لنگر ہے

سامنے جب کی تری نعل ہیں پتھر کے
روبرو دانتو کے ہیں در عدن پتھر کے

رحم آتا ہی نہیں گریۂ زاری پہ مری
اے گل اندام گل تر کا بنا لے زیور
خاکساروں کو ترا کوچہ فردوس بریں
دیکھو فرہاد نے کیں شوق سے چیر اتھا پہاڑ
ہے پسندیدہ دل اہل سخن کو یہ ردیف
لب عشاق سے کب آہ نکلتی ہے کوئی
مار ڈالو گے نہ جائینگے تری کوچہ سے
کیا سبب ہے جو نہیں آتی صدائے نالہ

دل بنا بیٹھے ہیں بت وعدہ شکن پتھر کے
سبزہ کانوں میں صنم تو نہ پہن پتھر کے
کرکے آ بیٹھے مقام اپنے رہن پتھر کے
اُسنے کب کیا نہ سہے رنج و محن پتھر کے
نظم ہمنے یہ کئے چند سخن پتھر کے
ہو لئے ہیں دیکھ کے ان بت کو دہن پتھر کے
ہم وہ دل سنگ ہیں رکھتے ہیں بدن پتھر کے
آج کیا ہیں گئے مرغان چمن پتھر کے

تری ضامن کو تری کوچہ و بازار میں لے
گو کے مارے ہیں مری شور و فغن پتھر کے

عشق لگائی تو نے آگ
وہ دیکھو لاگی ہے آگ
پیتم کا جب سے لاگا روگ ہو
وہ دیکھی لاگی ہے آگ ہا
پیہلے ملے تو ہے سہاگ ہا
وہ دیکھو لاگی ہے آگ ہا
جلا جو دیوا جلا پتنگ
دیکھو وہ لاگی ہے آگ
عشق دکھائے کیا کیا رنگ
وہ دیکھو لاگی ہے آگ
عشق بلائے وہ مے ناب
کو وہ دیکھو لاگی ہے آگ
آگ لگی ہے ضامن غمناک

جل گیا چولا جل گئی پاگ
جلی بجھی پی کے گل لاگ
پی کے کارن لیا ہے جوگ
جلی بجھی پی کے گل لاگ
ملا نہ پی تو بجھو نے بھاگ
جلی بجھی پی کے گل لاگ
جل گئی رانی راجہ سنگ
جلی بجھی پی کے گل لاگ
جل گیا جیورا جل گیا انگ
جلی بجھی پی کے گل لاگ
رگیں ہو تہیں بجلی بیتاب
جلی بجھی پی کے گل لاگ
جل جل ہو گئی ساری خاک

نتائج ہندی

ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے
ڈھونڈت ڈھونڈت ہوی بھی سی بلا لادے

رات دنا ڈھونڈتی پھروں کسی پکاروں جا
ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے

حال برا ہی یار بین ملے ہو چین
رب ارنی کر رہا کو کت ہوں ن رین

ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے

چلتے چلتے تھک گئی عمر گئی ہی بیت
ٹانڈا میرا لدگیا رو ٹھ گئی وہ میت

ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے

مجنوں ہو کر پھر رہا جنگل بیچ خراب
آگ لگی ہے عشق کی جل جل ہو گیا کباب

ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے

پریت جنگل ڈھونڈھ چکی ہو گئی اتو شام
شیام ہمارا درس کیو کہن میں جاؤں رام

ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے

چلتے چلتے تھک گئی ضامن تیری یاد ڈر
لسیلے تیری چل بسی ور ہنچ ٹہر گاؤں

ڈگر بتا دیجو رے میں بھولی میاں رے

جبتہ میرا یار اٹھو میرا کعبہ کیا جاؤں میں کعبہ نول
دلدی اندر تخت ہزار میں ٹھاؤں تا تجھے یوں

فدای راہ صنم جان نثار من باشد
بزیر پای تو این دل فگار من باشد

واری ڈگری پیو کے جی کے سو سو بار
چرنوں تجھ من دھروں سیس کو رکھوں تار

بکعبہ کے دہم در وسے یار من باشد
طواف میکنم آنجا کہ یار من باشد

عشق لگا اُس یار سے اور نہیں کچھ یہ کام
کعبہ کا یار ہی میں بل بل جاؤں وار

مرا نہ حاجت جنت نہ سایہ طوبے
حریم کعبہ جانم نگار من باشد

کیا کروں بیکنٹھ کو اور کلب پرچھ کی چھانہ
احمد سہاگ سہاونی جو پیتم نے گلبار

نمی روم من ازین کوی یار سوے حریم
حریم کوچہ جاناں غبار من باشد

چھوڑ کے گلیاں یار کی مت کعبہ کو جا
خانہ کعبہ یہ دہی جہاں ملے وہ پیا

سزد کہ رشک نہ کعبۂ دل عشاق
حیرت میں سب آئے گئے ہیں دیکھ کے میرا حال

بگوی دلبر رعنا مزار من باشد
لاشہ میرا یار نے لیا جو آپ سنبھال

زہے سعادت ضامن حصول من انجا
بکشتگان صنم گر شمار من باشد

مطلب میرا ملگیا او سچ ہوا قبول ہے
کشتوں میں اس یار کے ضامن ہو شمول

مجھ برہن کی باتی رے کوئی جائے سناؤ
یہ بتیاں نہیں بھاتی رے کوئی جائے سناؤ

جو جانو پیا چھانڈ چلے ہیں
گرا ہی لگاتی رے کوئی جائے سناؤ

جوگن بن کر بن بن ڈھونڈھوں
انگ بھبوت رماتی رے کوئی جائے سناؤ

کوکت ہوں میں بن بن اکیلی
نہ سنگ نہ ساتھی پی کوئی جائے سناؤ

سونی نگریں میں بیٹھی اکیلی
نادیوانہ باتی رے کوئی جائے سناؤ

سوکھ ساکھ تن بھیو ہے لکڑیا
سلگت ہو دن راتی پی کو رے کوئی جا سناؤ

برہا اگن لے ایسی جلائی
دیپک تیمیں کاتی رے کوئی جائے سناؤ

بیاہی گئی جہاں ساس سسرا
ناکوئی سنگ براتی رے کوئی جائے سناؤ

لال آدھیں کے یہ برہا کہائے
ضامن علی کو ستاتی رے کوئی جائے سناؤ

دوہرہ اشلوک

آنیوالا جا ہی جو بن چھن میں جان
دنیا ہے دن چار کی کال جگت کو کہات

بچھی یوں جات ہی جو دریا کی موج
عمر جمیک جوں بجلی ہاتھ نہ آوے کھوج

آدم بھولا کیوں پھرے دھوکا ہے سارا
دھوکے میں جو آ پھنسا کبھی نہ اترے سارا

دنیا تو مردار ہے ضامن اسے تو بھول
دنیا سے ناراض ہیں حضرت پاک رسول

سکھی سینو میری کہانی
میں تو ہو گئی ہوں برہا دیوانی
میری جنڈی عشق نے پھونکی
میں تو پہلے ہی پنسو جون گی
جو میں جاؤں ایسی بے گی
میری تالی جگ میں بجے گی
کبھی پیت کا نام نہ لینی
میں تو پہلے ہی جان کو دینی
کوئی پیت کا نام نہ لیجیو
مجھ پوری کی رس کیجیو
انگا جوبن گی روپ ہماری
میں توڑ گئی سدھ بدھ ساری
میں تو رہ گئی چپکی بچاری
پیا تم بن کیسے جیون گی
بجھ سنا من کی میں کاسی کہونگی
ان جا کہیں لیا بدلیا
ایسو تن من روپ کو داروں
اس سہاگ کو آگ لگا دوں
میں نیٹ کرم کی ہوں ہاری
ہو جیا نے پیا سے بساری
دیکھو حال میرا اب آؤ
مجھے چھاتی سے اپنی لگاؤ

مظہر پیت لگا کے سدھائے
ضامن علی کہو کسکو پکارے

دوھرا

ضامن پی کی کارنی پھرا میں دیس بدیس
وہ پیاری نالی کے پھیر رویا ہو گئی کیس

ضامن دینا باپ ہی ترا ہی مہا پاپ
دونوں کو تو پھونک دے نام رکھن ہارے

ہوری

مظہر تیار نگت چوہے سب مل کھیلو پھاگ ری
صابری رنگ کی ہی رچا ہو کھیلت مدھر دتی

عاشق نے سب گھر جاوین ہوری کھیلو آج رتی
ضامن پیا کی چتر بن لگا اپنے لگائی پاک سے

بدخواہ رقیبو تو زبانی ہی جھگڑ لو
دیکھیگا جہاں آپکا اکدم میں تماشا
کچھ آج نظر آتے ہیں وہ ہمکو اکڑتے

دعویٰ ہے اگر اور تو تم کون سے بھی لڑ لو
ہر بات میں کہتے ہو کہ ضامن کو پکڑ لو
ہر وضع پہ بگڑی ہے ہر یک سے جھگڑتے

ہم طرح شرافت کی طرح دیکھئے اُنکو
ضامن سے خدا جانے وہ کس طور سے لڑتے

ہیں وہ ابلیس لعیں آپ خدا کے مارے
حاسد مردم خاصان ہیں جفا کے مارے

جو کہ خود بیں ہیں وہ بدبیں ہیں بلا کے مارے
ضامن ایسوں سے نہ مل ہیں وہ ریا کے مارے

مر گیا آپ سے جو وہ کسے مارے یارو
عمر کو خاک کے مانند گذارے یارو

سخت مشکل ہے عزیزو کہو کیا لیجیے ہائے
یار ہی مارے تو پھر کسکو پکارے یارو

ناتوانی کے سوا اور سہارا نہ ہوا
غم فرقت وہ کہاں تک کے سہارے یارو

ہجر میں اس بت کافر کے تو وحشت یہ ہوئی
شام سے صبح تلک گنتا ہوں تارے یارو

مثل دانے کے ملے خاک میں سرسبز ہو جب
ثمر رنگ گل و شاخ تہ سارے یارو

بحر دنیا میں جو ڈوبا تو نہ نکلا افسوس
کشتی عمر لگی اپنی کنارے یارو

کھڑکی کھولی سر بازار پہ پریوں نے آج
حسن دلدار کے تم کر لو نظارے یارو

عیش دنیا پہ نہ بھولو یہ فقط دھوکا ہے
حسرتیں دل ہی میں لیجاتے ہیں سارے یارو

پالنوں کو توڑ کے جو بیٹھ رہا یار کے گھر
ہاتھ کو سامنے وہ کس کے پسارے یارو

یار وہ ہے کہ مددگار ہو ہر غم میں شریک
ہمنے برعکس نہیں یکھا ہے پیارے یارو

سر کو ٹکرا کے در یار پہ جی دونگا ابھی
چھوڑ تنہا وہ ہمیں گھر کو سدھارے یارو

مشت میں لاتے ہیں کیا بندگئی دنیا میں
پھر یہ سب جاتے ہیں کیوں ہاتھ پسارے یارو

بست کو نسبت کہو تقوی کو جاتے ہے غرور
اپنے بگڑی کو بھلا کون بگاڑے یارو

اے طبیبو کوئی تجویز دوا ایسی کرو
نشہ بادہ الفت کو اتارے یارو

مر گیا میں غم فرقت میں کسی کافر کے
چارہ سازی چلی کچھ بھی بچارے یارو

خضر بھی چھوڑ گیا تیرہ جنگل میں مجھے
ہم بھی ضامن کو چلے چھوڑ کے بیاری یارو

عشق نے خواب سے جگا کے مجھ — مار ڈالا اسے دکھا کے مجھے
جلوۂ حسن رخ دکھا کے مجھے — چھپ گئے بے خبر بنا کے مجھے
کون سی بھٹی پری وہ رشک قمر — لے گئی رات کو اڑا کے مجھے
عشق کی آگ نے جلا کے مجھے — گم گیا خاک میں ملا کے مجھے
پھر یہ صحرا کو لے چلی وحشت — قید زنجیر سے چھڑا کے مجھے
کر چکا قتل اب تو آ مل یار — صادق العشق آزما کے مجھے
ہم نہ آئیں گے ترے کوچہ میں — تو نہ ٹے واسطے خدا کے مجھے
عشق نے شعلہ رخ کے لیے یارو — خاکساں کر دیا جلا کے مجھے
یہ عجب خوش مزاجیاں انکی — وہ رلاتے ہیں پھر ہنسا کے مجھے
یا الٰہی نہ ہو عدو کو خبر — لے گئے آج وہ منا کے مجھے
آشنائی کا حق یہ ہے یارو — لے چلو گھر میں آشنا کے مجھے
میں ہوں مسکین عشق کا مارا — لے گئے کیا یار تم ستا کے مجھے
سخت بے رحم ہے وہ عاشق کش — گھر سے باہر کیا بلا کے مجھے
جوش گریہ سے ہوں میں مثل نمک — لیجیے اشک اب بہا کے مجھے
اس کی نیرنگیاں عجب دیکھیں — آپ ظاہر ہوا گما کے مجھے
ہے گل کی طرح روانہ ہوا — سخن اقرب صنم سنا کے مجھے
سخت جاں تھا اجل نے سونپ دیا — اس ستمگار کو بنا کے مجھے
سوزش عشق نے کیا بدنام — سارے عالم میں غل مچا کے مجھے
آشناؤں نے اس زمانے کے — گھر میں چھوڑا نہ آشنا کے مجھے

ضامن اس نے دیا بہت دھوکا
عیش دنیا کے بس دکھا کے مجھے

مثل تپلی کے تو ہم ہیں کہ ہمیں اختیار ہے
ہاتھ اسکے تار ہے وہ آپ ہی مختار ہے

عیب پوشی کر رہا ہے ہم گنہگاروں کی وہ
کیونکہ وہ رحمان ہے ستار ہے غفار ہے

عطر وحدت سے مشام جان معطر کر مجیب
ذات تیری پاک ہے اور تو بڑا غفار ہے

میں ہوں نالائق اگر تو خدا ہے کارساز
بلکہ میں کچھ بھی نہیں ہوں تو مری گفتار ہے

اور خیال عنبر اور مستی وہ بھی بے نظر
اک بلای ناگہانی ہے شوخی گفتار ہے

یار ہے پردہ نشیں ضامن ملے یا نہ ملے
بادشاہ کامران ہے آپ وہ مختار ہے

اگر حاصل تجھے حق الیقیں ہے
وہ ہر دم پاس تیری نازنیں ہے

کہیں وہ ظاہر اور باطن کہیں ہے
کہیں وہ جلوہ گر پردہ نشیں ہے

جسے تو ڈھونڈھتا ہے آہو چین
وہ نافہ ناف میں تیری یہیں ہے

ارے او طالب منزل گھر بار
رگ جاں سے تری وہ تو قریں ہے

تمام عالم میں کیوں ڈھونڈھے ہے انکو
تری قالب میں وہ پردہ نشیں ہے

نہ ہم ہیں اور نہ یہ اپنا مکاں ہے
مکاں اسکے ہیں سب وہ ہی مکیں ہے

مکاں اپنا مکاں لامکاں ہے
فقط حیرت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے

معطر ہے مشام جان سنبل
وہ اس کی زلف مشکیں عنبریں ہے

خدا جانے کہاں وہ نازنیں ہے
نشاں اسکا ہمیں ملتا نہیں ہے

نماز عاشقاں کہتے ہیں اسکو
کہ اس کی پاؤں پہ میری جبیں ہے

مقابل اس کے لب ہو حسن یوسف
ہزاروں مرتبہ بہتر از یں ہے۔

بقا کس کو ہے ضامن سب ہیں فانی
سوا اس کے رہا کوئی نہیں ہے۔

تمت بالخیر

اعلان

ناظرین! ہماری کتبخانہ سے ہر قسم کی کتابیں عربی فارسی، اردو، درسی۔ طبی کے علاوہ ہر وضع و طرز کے قرآنمجید مترجم و معریٰ جلی قلم۔ نیز ہر قسم کی حمائلیں سیپارے قاعدے پنجسورے اور قطعات اور کتب ہر قسم کی دستیاب ہوسکتی ہیں۔ آپ ایکدفعہ ہمسے مال منگواکر تجربہ فرمالیں کہ ہمارا مال نہایت عمدہ اور بارعایت ہوتا ہے۔

مختصر فہرست کتب طلب فرمانے پر مفت ارسال کیجاتی ہے

المشتہر

ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور